نمبر ۳ — دار الامان قادیان مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۶ء — جلد

اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

درد از حسن صورت فرقاں عیاں نماند
آں خود عیاں مگر اثر عارفاں نماند
مردم طلب کنند کہ اعجاز آں کجا است
صد درد و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند
کوریم و از نگاہ تغافل بچشم ما
آں روئے خوب و گیسوئے عنبر فشاں نماند
بینم کہ ہر یکے بہ غم نفس مبتلا است
کس را غم اشاعت فرقاں بجاں نماند
یوسف شنیدہ ام کہ شدش کارواں معین
ایں یوسفی کہ ہیچ کسش کارواں نماند
جانم کباب شد ز غم ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ ز دود آسیہ جاں نماند
دوش از غمی مرا بجائے شکیب بود
امشب ہمیں حال کہ تاب و تواں نماند
اے سید الوری مدد ے وقت نصرت است
در بوستان ما ئے تو کس باغباں نماند
سرمایۂ رفتن ما گم از خرے اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند
در رنج و درد می گزرانیم روزگار
یارب ترحمے کہ دگر مہرباں نماند
اے خود ہیچ روز بود لطف زندگی
کس را بجز مدام دریں خاکداں نماند
امروز گر دل از پئے قرآں فسردہ شد
فردا دگر تر انجناب یگاں نماند
گمذار عمر و مثنوی و شغل غزل و شعر
ایں خود چہ چیز ہست اگر قدر آں نماند
در خاکداں نشینی و صد ناز مے کنی
آخر کہ سیاست کس از خاکداں نماند
خلق از برائے شوکت دنیا چہا کنند
دردا کہ مہر کعبہ چو مہر بتاں نماند
اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

کلمات طیبات یا ملفوظات احمدیہ
علیہ السلام والتحیۃ

تتمہ تقریر حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور وہ تکلف اور تکلیف جو پہلے ہوتی تھی اب ذوق و شوق اور لذت سے بدل جاتی ہے یہ مقام ہوتا ہے صالحین کا جنکے لیے فرمایا وَلَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ

اس مقام پر پہونچکر کوئی فتنہ اور فساد مومن کے اندر نہیں رہتا نفس کی شرارتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے جذبات پر فتح پاکر مطمئن ہو کر دار الامان میں داخل ہو جاتا ہے + اور اسے آگے فرمایا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ

اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زبانی تو ایمان کے دعوے کرتے ہیں اور مومن ہونے کی لاف وگزاف مارتے رہتے ہیں مگر جب معرض امتحان و ابتلا میں آتے ہیں تو ان کی حقیقت کھل جاتی ہے اس فتنہ و ابتلا کے وقت ان کا ایمان اللہ تعالیٰ پر ویسا نہیں رہتا بلکہ شکایت کرنے لگتے ہیں + اسے عذاب الٰہی قرار دیتے ہیں حقیقت میں وہ لوگ بڑے ہی محروم ہیں جنکو صالحین کا مقام حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہی تو وہ مقام ہے جہاں انسان ایمانی مدارج کے ثمرات کو مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات پر ان کا اثر پاتا ہے اور نئی زندگی اسے ملتی ہے لیکن یہ زندگی پہلے ایک موت کو چاہتی ہے۔ اور یہ انعام و برکات امتحان و ابتلا کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمیشہ عظیم الشان نعمت ابتلا سے آتی ہے اور ابتلا مومن کے لیے شرط ہے جیسے

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ +

یعنی کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ اتنے ہی کہنے پر چھوڑ دیے جاویں کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جاویں ایمان کے امتحان کے لیے مومن کو ایک خطرناک آگ میں پڑنا پڑتا ہے مگر اس کا ایمان اس آگ سے اسکو صحیح سلامت نکال لاتا ہے اور وہ آگ اس پر گلزار ہو جاتی ہے + مومن ہو کر ابتلا سے کبھی بےفکر نہیں ہونا چاہیے اور ابتلا پر زیادہ ثبات قدم دکھلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں جو سچا مومن ہے ابتلا میں اس کے ایمان کی حلاوت اور لذت اور بھی بڑھ جاتی ہے اللہ کی قدرتوں اور اس کے عجائبات پر اس کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ پہلے سے بہت زیادہ خدا کی طرف توجہ کرتا اور دعاؤں سے فتحیاب ہونا چاہتا ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ انسان خواہش تو اعلیٰ مدارج اور مراتب کی کرے اور ان تکالیف سے بچنا چاہے جو ان کے حصول کے لیے ضروری ہیں۔

یقیناً یاد رکھو کہ ابتلا اور امتحان ایمان کی شرط ہے اس کے بغیر ایمان کامل ہوتا ہی نہیں اور کوئی عظیم الشان نعمت بغیر ابتلا ملتی ہی نہیں ہے دنیا میں بھی عام قاعدہ یہی ہے کہ دنیوی آسایشوں اور نعمتوں کے حاصل کرنے کے لیے قسم قسم کی مشکلات اور رنج و تعب اٹھانے پڑتے ہیں طرح طرح کے امتحانوں میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر کامیابی کی شکل نظر آتی ہے اور پھر بھی وہ محض خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔

پھر

خدا تعالیٰ جیسی نعمت عظمیٰ جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ہے بدوں امتحان کیسے میسر آسکے۔

پس

جو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو پاوے اسے چاہیے کہ وہ ہر ایک ابتلا کے لیے طیار ہو جاوے + جب اللہ تعالیٰ کوئی سلسلہ قائم کرتا ہے جیسا کہ

ہم اور ہمارے ناظرین

اس عنوان کے نیچے ہم اپنے ناظرین کے متعلق اہم اور قابل اشاعت امور کا تذکرہ کیا کرینگے۔ ایڈیٹر

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

ایک قابل قدر دوست اُٹھ گیا

ہمارے ناظرین نواب عماد الملک فتح نواز جنگ مولوی سید مہدی حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ سابق ہوم سکرٹری حیدرآباد دکن کے نام سے عموماً واقف ہوں گے آج ہم آپ کے انتقال کی افسوسناک خبر ناظرین الحکم کو سناتے ہیں جو ۱۰ر جنوری ۱۹۰۵ء بمقام لکھنؤ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نواب صاحب موصوف کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے پورا تعلق اور حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دلی محبت تھی۔ آپ دسمبر ۱۹۰۴ء میں کانفرنس کے اجلاس میں شریک ہونے سے پہلے دارالامان تشریف لائے تھے اور ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۴ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کو شرف نیاز کا پہلا موقع ملا۔ نواب جیسے انسان کا جس نے اس زمانہ کی مہذب سوسائٹی میں نشوونما پایا ہو اور انگریزی طرز معاشرت اور طریق بود و باش اختیار کر رکھا ہو۔ قادیان جیسے مقام پر سفر کی صعوبتیں اور کوفتیں اُٹھا کر پہنچنے بجز زبردست کشش اور اخلاص کے نہیں ہو سکتا۔ جن دنوں نواب صاحب آئے بارش کیوجہ سے راستہ اور بھی خراب ہو گیا تھا غرض ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۴ء کو حضرت حجۃ اللہ سے آپ ملے اور حضرت اقدس نے ان کے حسب حال ایک زندگی بخش تقریر فرمائی جو الحکم نمبر ۴۴ جلد ۸ میں شائع ہو چکی ہے ہم چاہتے تھے کہ مرحوم و مغفور کے اس تذکرہ کے ساتھ ہی تقریر کو درج کریں مگر فی الحال ہم اسے ملتوی کرتے ہیں

نواب صاحب کو حضرت حجۃ اللہ کی شناخت کی توفیق کیسے ملی؟ یہ ایک عجیب راز ہے جس سے ہم اپنے ناظرین کو واقف کرنا ضروری سمجھتے ہیں

نواب صاحب موصوف سے خاکسار ایڈیٹر الحکم کو جب بمقام قادیان گفتگو کا موقع ملا اور آپکے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ **پایونیر میں جب بشپ صاحب لاہور** کے نام ایک چٹھی شائع ہوئی اور اسکو میں نے پڑھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ کوئی **معمولی اور زمینی انسان** نہیں ہو سکتا۔ جو اس قسم کی تحدی کر رہا ہے اور فوق العادت دعوت کر رہا ہے۔ اس نے **اسلام** کے کمال حسن کے اظہار کا وہ طریق اختیار کیا ہے جسکو کوئی آدمی خواہ کتنا ہی عالم و فاضل کیوں نہ ہو اختیار نہیں کر سکتا مگر وہ جسکو براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق شدید ہو۔ پھر یہ معلوم کر کے انکی ایمانی قوۃ اور بھی بڑھی کہ جس شخص کے متبعین میں بڑے بڑے جلیل القدر فاضلوں اور لائق تعلیم یافتوں کے نام ہیں وہ صاحب **کشش انسان** ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں انکو اس سلسلہ کی طرف متوجہ کر رہی تھیں کہ اتفاق سے انکو **سیرۃ مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتبہ حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

نواب صاحب فرماتے تھے کہ اس کتاب کو **پڑھ کر میں ایسے شخص کے دیکھنے کے واسطے بے اختیار ہی تو ہو گیا۔** اور اندر ہی اندر یہ جوش پیدا ہوتا گیا کہ اس پاک وجود کی زیارت سے ضرور مستفید ہونا چاہیے حقیقت میں یہ شخص مفتری اور کاذب نہیں کوئی بات اگر ہماری سمجھ میں نہ آوے تو یہ جدا امر ہے لیکن اس کے سچے ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا غرض سیرۃ مسیح موعود پڑھ کر انھوں نے حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سے خط و کتابت کی اور لکھنؤ میں جہاں وہ پریکٹس کرتے تھے حضرت اقدس کے کسی مرید کا پتہ پوچھا۔ اور اس تقریب پر ان کو حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن سے جو لاہور کے مشہور و معروف خاندان کے ایک درخشندہ گوہر ہیں ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے اخلاق پسندیدہ اور اطوار حمیدہ نے ان کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اور بھی گرویدہ کر دیا۔ اور پھر انکو الحکم کے پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہا جو ان کے اس شوق کو بڑھاتا رہا۔ اور وہ کسی موقعہ کی تلاش میں رہے اور آخر دسمبر ۱۹۰۴ء کو دارالامان آئے اور جو کچھ انھوں نے سنا یا پڑھا تھا اور اس سے جسقدر جوش اور محبت پیدا ہوئی تھی اُس سے کہیں زیادہ یہاں پہنچکر فائدہ اُٹھایا۔ ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۴ء کی تقریر کے بعد آپ کو کوئی شبہ باقی نہیں رہا تھا۔

سید عبد اللہ صاحب بغدادی اور صاحبزادہ سراج الحق صاحب سے انکی ملاقات ہوئی تو وہ سید عبد اللہ صاحب سے یہ سنکر بہت خوش ہوئے کہ مذہب شیعہ ترک کر کے احمدی مذہب اختیار کیا۔ پھر سراج الحق صاحب کہتے ہیں کہ سید عبد اللہ صاحب نے نواب صاحب مرحوم سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت اقدس کو کیسا پایا؟ تو نواب صاحب نے عربی زبان میں کہا کہ یہ نبیوں جیسا اور اس کا کلام نبیوں جیسا ہے اور بیشک و شبہ صادق ہے۔ راست باز ہے۔

چونکہ کانفرنس میں شریک ہونا تھا اس لیے جلد تشریف لے گئے۔ اور پھر دارالامان آنے کے واسطے تڑپتے رہے اور بار بار تلاش موقع میں رہے مگر افسوس کہ وہ یہ آرزو دل ہی میں لے گئے۔

نواب صاحب موصوف کی ارادت اور عقیدت سلسلہ کے ساتھ بہت بڑھ گئی تھی دارالامان کی قومی ضرورتوں میں باضابطہ حصہ لیتے تھے الحکم کے ساتھ ان کو محبت تھی اور تفسیر القرآن مرتبہ خاکسار ایڈیٹر کے ساتھ بھی انکو بڑا عشق تھا۔ تفسیر القرآن کے متعلق ان کے عجیب عجیب شوق سے بھرے ہوئے خطوط آتے تھے اور انھوں نے اپنے صوبہ کے ایک درجن سے زیادہ معزز اور بارسوخ لوگوں میں الحکم اور تفسیر القرآن کی اشاعت کی ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

غرض

مرنے والا اس سلسلہ کی محبت اور عقیدت میں فوت ہوا۔ آپ کی بیماری کے دنوں میں بھی دعا کے لیے خط پہونچا۔ مسٹر مہدی حسن صاحب نے بھی لکھا لیکن اُن کا وقت آپہونچا تھا اور وہ رخصت ہوئے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ **امام الزمان کی شناخت کر کے مرے۔** چونکہ سب کے لیے یہ راہ درپیش ہے اس لیے اس سے کوئی چارہ نہیں اب مہدی حسن کے انتقال سے کچھ شک نہیں کہ ان کے دوستوں کا قابل قدر دوست اُٹھ گیا ان کے خاندان کا گرامی قدر ممبر جاتا رہا مسز مہدی حسن بیوہ ہو گئیں لیکن خدا کی مشیت یہی تھی اور ایسے وقت میں جو اللہ سے راضی ہو جانے والے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ ہمیں بجز اسکے اور ہمیں کیا مناسب ہے کہ رضا بالقضا کا نمونہ دکھائیں۔ ہم مسز مہدی حسن اور ان کے خاندان کے دوسرے ممبروں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور آرزو رکھتے ہیں کہ وہ بھی اس پاک سلسلہ سے اپنا پیوند جوڑ کر اپنی روحانی بہتری اور دائمی خوشحالی کی فکر کریں۔ اور جو کمیں نواب صاحب مرحوم و مغفور نہیں کر سکے وہ پوری کریں۔ کیونکہ ان کو موقع اور وقت ہے۔ آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ [illegible] مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور [illegible] کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا [illegible] آمین

پایونیر میں مندرجہ ذیل نوٹ [illegible] کے متعلق شائع ہوا ہے۔

نواب مہدی حسن فتح نواز جنگ صاحب کے انتقال پر ملال جو ۱۳ر تاریخ بمقام لکھنؤ میں ہوا جسقدر بھی افسوس کیا جائے تھوڑا ہے آپ صرف تین ہفتے بیمار رہے تھے۔ اور مرض خون میں زہریلے مادہ کا زیادہ ہونا تشخیص کیا گیا تھا۔ نواب صاحب مرحوم اپنے حیدرآباد کے تعلقات کی وجہ سے جہاں انھوں نے سر سالار جنگ ثانی کے پر آشوب زمانہ کے بعد نہایت حسن لیاقت سے کام انجام دیا ہمیشہ یادگار رہیں گے حیدرآباد میں سب سے اول آپ چیف جسٹس مقرر ہوئے جس کے لیے کیا بلحاظ اپنی انگریزی قابلیت اور کیا بلحاظ قانونی واقفیت وہ نہایت ہی مناسب تھے۔ جس زمانہ میں مرحوم چیف جسٹس تھے سردار عبد الحق کی برخاستگی کا جھگڑا پیدا ہو گیا۔ جس میں شمالی و مغربی جماعت نے حیدرآباد میں وزیراعظم سر آسمان جاہ کو اپنا موافق بنا رکھا تھا۔ اس جماعت کے گروہ مہدی علی (نواب محسن الملک) مشتاق حسین اور مہدی حسن تھے۔ اور اس جماعت کی کامیابی پر چیف جسٹس مہدی حسن مرحوم ہوم سکرٹری مقرر ہو گئے مگر اس کے بعد جب نواب سرور جنگ کا زمانہ آیا اور انھوں نے نظام دکن کے مزاج میں پورا رسوخ پیدا کر لیا۔ تو نواب مہدی حسن کی حالت دن بدن بہت تنگ کہ مرحوم نے سرور جنگ کے مغلوب کرنے کی کوششوں میں خود بھی نقصان اُٹھایا اور نواب سرور جنگ کی علیحدگی کے ساتھ ہی ریاست سے علیحدہ کر دیے گئے ریاست سے علیحدگی کے بعد مرحوم نے اپنے دوست محسن الملک کی طرح اپنے وطن میں پرائیویٹ زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ مگر اس زندگی میں بھی ہمیشہ پبلک کاموں میں دلچسپی ظاہر کرتے رہے۔ اور اکثر بذریعہ انگریزی اخبار مثل پانیر اور ٹائمس کے اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے۔

لارڈ سٹینلے عرف عبد الرحمٰن

لارڈ سٹینلے آف الڈرلی عرف عبد الرحمٰن جن کی وفات پر تمام ہندوستان اور انگلستان کے اخبارات متاسف پائے جاتے ہیں۔ دنیا میں پہلے مسلمان پیر (PEER) یعنی خاندانی نواب تھے یہ صاحب گو دوسرے رشتہ داروں کی طرح رومن کیتھلک مذہب کے پیرو تھے مگر قسطنطنیہ میں چند روزہ بود و باش سے مسلمان سوسائٹی کے ساتھ تعلق رکھنے سے ان پر اسلام کا ایسا عمدہ اثر پڑا کہ دین عیسائیت کو ترک کر کے مذہب اسلام قبول کیا جس کے بعد ان کا نام عبد الرحمٰن رکھا گیا۔ لندن کا اخبار مارننگ پوسٹ لکھتا ہے کہ مرحوم گو مسلمان تھا لیکن اسکی فیاضی ایسی وسیع و عام تھی کہ پادری صاحبان جو بارہا اسکی فیاضیات سے فائدہ اُٹھا چکے ہیں۔ اُسے عرصہ دراز تک شکر گزاری کے ساتھ یاد رکھیں گے۔ جو بات لارڈ مرحوم مسلمانوں کے علاوہ جمیع ہندوستانیوں کی نظر میں بھی وقیع اور معزز ٹھہراتی ہے۔ وہ اسکی ہمدردی اور دلسوزی ہے کہ جو وہ ہمیشہ ہوس آف لارڈز

میں ہندوستانی معاملات میں ظاہر کیا کرتے تھے آپ نے فنڈ فنڈ ہند میں لارڈ کرزن کی وساطت سے ایک معقول رقم عطا فرمائی۔ اور ایک سو پچاس پونڈ کا چک ایک دوست کی معرفت اس غرض سے روانہ فرمایا کہ اس کا دو تہائی حصہ مظلوم کانسٹیبل نرسنگ سنگھ کو جو مقدمہ چیڑا کا شکار ہوا تھا۔ اور باقی ایک تہائی اور کسی ہی رفاہ عام کام میں دیا جائے۔ محمڈن یونیورسٹی کے فنڈ میں بھی چندہ دیا تھا۔ لندن میں پین اسلامک سوسائٹی۔ کیمبرج مسلم ایسوسی ایشن۔ اور ایم۔ اے او سی ایسوسی ایشن نے اس واجب التعظیم شخص کی وفات پر اظہار ہمدردی کے تار لیڈی سٹینلے کے نام بھیجے اور ۱۶ ار دسمبر ۱۹۰۳ء بروز منگل ۸ بجے صبح رضا آفندی امام سفارت ٹرکی نے حمید بے ترکی سفیر کی موجودگی میں رسوم تجہیز و تکفین ٹھیک شرائع اسلام کے مطابق ادا کیں۔ جیسا کہ لارڈ مرحوم نے اپنے آخری وقت میں خاص طور پر خواہش ظاہر کی تھی۔ پین اسلامک سوسائٹی کے ممبر رسوم تجہیز و تکفین میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر چونکہ صاحب سکرٹری کو تدفین کی اطلاع بعد از وقت پہنچی۔ اسلیے چند مسلمان ممبر جمع ہوئے۔ اور غائبانہ نماز ادا کی۔

مسیحی بھیڑیوں کی کرتوت

تنا ولی میں چند مشنریوں نے ایک گڈریے کی ۱۲ سالہ دختر کو جبراً چھین لیا غریب گڈریا انصاف کا خواہاں بہت عرصہ تک عدالتوں میں مارا مارا پھرتا رہا مگر کسی نے اسکی داد فریاد نہ سنی آخر اسنے تنگ آکر خود زور بازو سے لڑکی کو مشنریوں کے بیرحم پنجوں سے چھڑا لیا۔ جسپر تمام مشنری آمادۂ فساد ہو گئے اور جب غریب گڈریے نے اپنے ڈیفنس میں ہاتھ اٹھائے تو اسکو بطور ایک مجرم کے جیل خانہ کا منہ دیکھنا پڑا۔ گو ہائیکورٹ سے وہ رہا ہو گیا مگر یہ رہائی ان تکلیفوں اور مصیبتوں کے مقابلہ میں جو اسے برداشت کرنی پڑیں بالکل ہیچ ہے۔

(ایڈیٹر۔ شاباش! اسے ناصری کے نیلو! شاباش! ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسری پھیر دینے والو اور پہاڑی وعظ کی منادی کرنے والو! شاباش!!! عیسائی ضرور بنایا جاوے خواہ انصاف تہذیب اور قوانین مذہب و ملک کی کتنی ہی بےحرمتی کیوں نہ ہو؟)

خبردار

البشیر ایک چونکا دینے والی خبر دیتا ہے کہ علیگڈھ کالج کے طلباء پر چرچ مشن کا بہت بڑا اثر پڑ رہا ہے اور طلباء سے بھجن گوائے جاتے ہیں اگر نواب محسن الملک بہادر نے انتظام نہ کیا تو آئندہ ہفتہ تک ہم سب حال کھول دینگے۔!

(ایڈیٹر۔ اس راز کا افشا تو از بس ضروری ہے مسلمانوں کو معلوم ہو کہ علیگڈھ کالج میں کیا ہو رہا ہے۔)

ایک بشپ کی درگت

ومالے صاحب جو چھوٹا ناگپور کے بشپ ہیں حال ہی میں چار عیسائیوں کو لیکر ایک گاؤں میں وعظ کرنے گئے۔ مگر عیسائیوں نے دیہاتیوں کی ناراضگی دیکھکر بائسکل پر سوار ہو کر گاؤں سے باہر ہو جانے لگے کہ چند باشندگان نے بشپ صاحب کو بائسکل پر سے گرا کر لاٹھیوں سے خوب مارا سر اور بازوؤں پر سخت زخم آئے۔

(ایڈیٹر۔ دیہاتیوں کا سر تو پھرا نہیں تھا آخر کوئی امر اشتعال بخش پیش آیا ہی ہوگا یا انھوں نے تجربہ کرنا چاہا ہوگا کہ یسوع کی تعلیم پر کہاں تک عمل کرتے ہیں)

دنیاء اسلام کی خبریں

جرائد کا انتخاب

مستعفی وزیر اعظم ایران کے خلاف جو فتویٰ مجتہدان ایران کی طرف سے کفر کا لگایا گیا ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ ان کا تعلق شاید فرقہ بابی کے ساتھ ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ایسا وزیر خطیر ایران کو ملنا محال ہے یہ لائق وزیر یورپ کی چالبازیوں کو خوب سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ دولت ایران اور دولت عثمانیہ میں اتفاق قائم رہے اسکی علحدگی ایران کے حق میں نہایت مضر ہے اگر ایران بہت جلد اکر واپس نہ لے تو اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ افسوس کہ ہر جگہ مذہبی مقتدا ہی کام خراب کرتے ہیں۔ (رونامہ پیسہ بحوالہ الراوی)

(اس خبر کا آخری حصہ بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ کل ممالک اسلامیہ کے مقتداؤں کی حالت بگڑ رہی ہے پھر ایسی حالت میں یہ کہنا کہ کسی ایسے امام کی ضرورت نہیں جو خدا سے تائید پاکر آئے سخت غلطی اور نادانی ہے ایڈیٹر)

مصر کے مفتی اعظم شیخ محمد عبدہ کی واپسی یورپ پر بہت قصائد تہنیت کئی لکھے گئے مگر خصوصاً شیخ عبدالحلیم ازہری کا قصیدہ قابل تعریف ہے اس قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے

> وما المجد الا الاتباع لشرعنا
> وما الشرع الا ما به الناس تهتدی

واقعی انسان کے لیے سب سے بڑی فضیلت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ مذہب حقہ کا پابند ہو اور مذہب حقہ کی فضیلت یہ ہے کہ لوگ ہدایت پائیں

(ایڈیٹر۔ اسلام کے کمالات اور خوبیوں کے اظہار کا اسوقت اکیلا ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہی کی پاک ذات ہے کیونکہ وہ کامل نمونہ اسلام کی پاک ہدایتوں کی اتباع کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج اس سے افضل انسان دنیا میں نہیں ہے۔)

کابل میں اس خبر کو تازہ کیا گیا ہے کہ امیر حبیب اللہ خان ہندوستان تشریف لائینگے لیکن سردار نصر اللہ خان نے اس امر کا اپنے کسی دربار میں بھی ذکر نہیں کیا۔ اور اس خبر کی تصدیق سرکاری طور پر بھی نہیں ہوئی جبتک اس قسم کی خبریں موصول نہوں کہ سامان باربرداری وغیرہ کابل سے ڈاکہ کو آ رہا ہے اسوقت تک امیر صاحب کے ہندوستان آنے کا یقین نہیں ہے۔

مصری مسلمان جس قدر روپیہ سیونگ بنک میں جمع کراتے ہیں اسپر سود نہیں لیتے اسلیے گورنمنٹ مصر نے خدیو معظم کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ سیونگ بنک کی امانتی رقوم کو تجارت میں لگا دیا جاوے اور ہر سال جسقدر منافع ہو وہ شرکاء پر تقسیم کیا جاوے تو پھر غالباً کسیکو اس منافع لینے میں انکار نہ ہوگا۔ مگر خدیو معظم اس سے کوئی بہتر عمل تجویز سوچنے کی فکر میں ہیں

نواح کابل سے گرانی غلہ کی شکایت آئی ہے امیر صاحب نے کوتوال کے نام حکم جاری کیا ہے کہ جسطرح ہو غریبوں کی مدد کریں۔

(یہ دوسری آفت ہے جو اخوندزادہ عبد اللطیف کی شہادت کے بعد کابل پر آنے والی ہے۔ ایڈیٹر)

ابوالعلاء اور عمر خیام

عرب کا مشہور فلاسفر اور شاعر "ابوالعلا" جس کا نام ابھی تک گمنامی کی حالت میں تھا۔ اب اسے روشنی پر لایا گیا ہے۔ ابوالعلا سے تھوڑی ہی مدت بعد "عمر خیام" مشہور فارسی شاعر پیدا ہوا جس نے اپنے اشعار میں ابوالعلا کا ڈھنگ اختیار کیا۔ اور اس نے ایسی شہرت حاصل کی کہ یورپ اس کی باتوں کو از حد قیمتی جانتا ہے اور کئی زبانوں میں اس کے اشعار کا ترجمہ کیا گیا۔ حال میں ملک شام کے ایک مشہور ادیب اور شاعر امین آفندی جو آجکل ممالک متحدہ امریکہ میں اقامت پذیر ہے یہ محسوس کرکے کہ جو عزت آجکل یورپ میں عمر خیام کی ہو رہی ہے۔ اس کا اصلی مستحق "ابوالعلا" ہے کیونکہ عمر خیام نے فقط اس کے خیالات کو عربی سے فارسی میں ادا کیا ہے ورنہ ساری فضیلت ابوالعلاء کو ہے۔ ابوالعلا کے اشعار کو انگریزی نظم میں ترجمہ کرنا شروع کیا ہے۔ چنانچہ ایک حصہ کا ترجمہ چھپ بھی گیا ہے۔ جسے دیکھکر مترجم کی اعلیٰ لیاقت اور قابلیت کی داد بیساختہ دینی پڑتی ہے کہ اس نے کسطرح عربی نظم کو انگریزی نظم میں ادا کیا ہے۔ معانی اور مدعا میں ذرا بھی فرق نہ آنے دیا۔ بلکہ اکثر مقامات پر ترتیب بھی وہی رہی ہے۔ بطور نمونہ اجگہ ناظرین کی تفریح کے لیے اصل عربی کی ایک رباعی مع ترجمہ انگریزی ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے باقی کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے

> والمجد والکبر ضدان اتفاقهما
> مثل اتفاق فتاء السن والکبر
> یجنی تناقض هذا من تزاید ذا
> واللیل ان طال غال الیوم بالقصر

Virtue and pride cannot each other greet.
As youth and age themselves can never meet.
When this one grows, the other shrinks and when,
The night is long, the day is not complete.

ایسے بیسیوں جواہرات عربی کے خزانوں میں مخفی ہیں کہ جن سے آج دنیا واقف نہیں۔ مسز اینی بیسنٹ کی یہ نصیحت قابل قدر ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے۔ ایسی عربی کتب کو انگریزی میں ترجمہ کرائیں۔ (پیسہ)

تفسیر القرآن بالقرآن

ایک بے نظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ایم بی نے کمال محنت اور عرق ریزی کے ساتھ تصنیف فرما کر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا نور الدین صاحب کو نصف سے زیادہ سنا دی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً اسکی نسبت یہ ارشادات فرمائے نہایت عمدہ ہے۔ تقریری بیان ہے۔ قرآنی نکات خوب بیان کیے ہیں۔ دونوں پر اثر کرنیوالی ہے حضرت مسیح الزمان اور مولانا نور الدین علیہما السلام نے بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب فضل ربانی سے چھپکر طیار ہو چکی ہے۔

خریداران الحکم و البدر کو پارہ عم کی تفسیر مفت محض ۲ کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جا سکتی ہے قیمت بلا جلد ۸ مع جلد ۱۰ پارہ دوم کی قیمت ۸ عم کے پارہ کی قیمت ۲

المشتہر خاکسار فتح محمد خان مینیجر مطبع ... مقام تراوڑی ضلع کرنال۔

درخواست خریداری بنام ترا وڑی آنی چاہییں۔

خُطبۂ عیدُ الفطر

از حضرت حکیم الامتہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۔ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

یہ رکوع جس کا میں نے ابتدا پڑھا ہے اس رکوع کے بعد ہے جس میں رمضان اور روزہ کا تذکرہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو نیک اعمال کے بجا لانے کی کیسی محبت تھی اور کلام الہٰی کے عجائبات پر آگاہی پانے کا کس قدر شوق تھا اس سے پیشتر کے

روزہ کی حقیقت کہ اس سے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے اور انسان متقی بنجاتا ہے

رکوع میں رمضان شریف کے متعلق یہ بات مذکور ہے کہ انسان کو جو ضرورتیں پیش آتی ہیں ان میں سے بعض تو شخصی ہوتی ہیں اور بعض قومی اور بقائے نسل کی۔ شخصی ضرورتوں میں جیسے کھانا پینا ہے اور قومی ضرورت جیسے نسل کے لیے بیوی سے تعلق ۔ ان دونوں قسم کی ضرورتوں پر قدرت حاصل کرنے کی راہ روزہ سکھاتا ہے اور اس کی حقیقت یہی ہے کہ انسان متقی بننا سیکھ لیوے ۔ آجکل تو دن چھوٹے ہیں سردی کا موسم ہے اور ماہ رمضان بہت آسانی سے گذرا مگر گرمی میں جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بھوک پیاس کا کیا حال ہوتا ہے۔ اور جوانوں کو اسبات کا علم ہوتا ہے کہ ان کو بیوی کی بیویوں کی کسقدر ضرورت پیش آتی ہے۔ سخت گرمی کے موسم میں انسان کو پیاس لگتی ہے ہونٹ خشک ہوتے ہیں۔ گھر میں دودھ۔ برف ۔ مزہ دار شربت موجود ہیں مگر ایک روزہ دار ان کو نہیں پیتا ۔ کیوں ؟ اسلیے کہ اس کے مولا کریم کی اجازت نہیں کہ انکو استعمال کرے بھوک لگتی ہے ہر ایک قسم کی نعمت ۔ زردہ پلاؤ قلیہ ۔ قورمہ ۔ فرنی وغیرہ گھر میں موجود ہیں ۔ اگر وہ ہوں تو ایک آن میں اشارہ سے مہیا ہو سکتے ہیں مگر روزہ دار ان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا کیوں؟ صرف اس لیے کہ اسکے مولا کریم کی اجازت نہیں ۔

شہوت کے زور سے پٹھے پھٹے جاتے ہیں اور اسکی طبیعت میں سخت اضطراب جماع کا ہوتا ہے۔ بیوی بھی حسین نوجوان اور صحیح القویٰ موجود ہے مگر روزہ دار اسکے نزدیک نہیں جاتا کیوں صرف اسلیے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر جاؤں گا تو خدا تعالیٰ ناراض ہوگا ۔ اسکی عدول حکمی ہوگی ان باتوں سے روزہ کی حقیقت ظاہر ہے کہ جب انسان اپنے نفس پر یہ تسلط پیدا کرلیتا ہے کہ گھر میں اسکی ضرورتیں اور استعمال کی چیزیں موجود ہیں مگر اپنے مولا کی رضا کے لیے وہ حسب تقاضا نفس انکو استعمال نہیں کرتا تو جو اشیاء اسکو میسر نہیں ان کی طرف نفس کو کیوں راغب ہونے دیگا ۔ رمضان شریف کے مہینہ کی بڑی بھاری تعلیم یہ ہے کہ کیسی ہی شدید ضرورتیں کیوں نہوں مگر خدا کا ماننے والا خدا ہی کی رضامندی کے لیے ان سب پر پانی پھیر دیتا ہے اور انکی پرواہ نہیں کرتا ۔ قرآن شریف روزہ کی حقیقت اور فلاسفی کی طرف خود اشارہ فرماتا اور کہتا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

روزہ تمہارے لیے اس واسطے ہے کہ تقویٰ سیکھنے کی تمکو عادت پڑجاوے ۔ ایک روزہ دار خدا کے لیے ان تمام چیزوں کو ایک وقت ترک کرتا ہے جنکو شریعت نے حلال قرار دیا ہے اور ان کے کھانے پینے کی اجازت دی ہے۔ صرف اس لیے کہ اس وقت میرے مولا کی اجازت نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پھر وہی شخص ان چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش کرے جن کی شریعت نے مطلق اجازت نہیں دی اور وہ حرام کھاوے پیوے اور بدکاری میں شہوت کو پورا کرے تقویٰ کے لیے ایک جزئی بیان کی ہے آپس میں ایکدوسرے کا مال مت کھایا کرو۔

حرامخوری کے اقسام

حرامخوری اور مال بالباطل کا کھانا کئی قسم کا ہوتا ہے ایک نوکر اپنے آقا سے پوری تنخواہ لیتا ہے مگر وہ اپنا کام سستی یا غفلت سے آقا کے منشاء کے موافق نہیں کرتا تو وہ حرام کھاتا ہے۔ ایک دوکاندار یا پیشہ ور خریدار کو دھوکا دیتا ہے اسے چیز کم یا کھوٹی حوالہ کرتا ہے اور مول پورا لیتا ہے تو وہ اپنے نفس میں غور کرے کہ اگر کوئی اسی طرح کا معاملہ اس سے کرے اور اُسے معلوم بھی ہو کہ میرے ساتھ دھوکا ہوا تو کیا وہ اسے پسند کرے گا ہرگز نہیں جب وہ اس دھوکہ کو اپنے خریدار کے لیے پسند کرتا ہے تو وہ مال بالباطل کھاتا ہے ایسکے کاروبار میں ہرگز برکت نہ ہوگی پھر ایک شخص محنت اور مشقت سے مال کماتا ہے مگر دوسرا ظلم (یعنی رشوت ۔ دھوکا ۔ فریب) سے اُس سے لینا چاہتا ہے تو یہ مال بھی مال باطل لیتا ہے ۔ ایک طبیب ہے ۔ اسکے پاس مریض آتا ہے

اور محنت اور مشقت سے جو اُس نے کمائی کی ہے اس میں سے بطور نذرانہ کے طبیب کو دیتا ہے یا ایک عطار سے وہ دوا خریدتا ہے تو اگر طبیب اسکی طرف توجہ نہیں کرتا اور تشخیص کے لیے اُسکا دل نہیں تڑپتا ۔ اور عطار عمدہ دوا نہیں دیتا اور جو کچھ اُسے نقد ملگیا اُسے غنیمت خیال کرتا ہے پرانی دوائیں دیتا ہے کہ جن کی تاثیرات زائل ہوگئی ہیں تو یہ سب مال بالباطل کھانے والے ہیں غرضکہ سب پیشہ ور حتی کہ چوڑھے چمار بھی سوچیں کہ کیا وہ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ انکی ضرورت تو پھر انکو دھوکا دیاجاوے اگر وہ پسند نہیں کرتے تو پھر دوسرے کے ساتھ خود وہی ناجائز حرکت کیوں کرتے ہیں روزہ ایک ایسی شے ہے جو ان تمام بری عادتوں اور خیالوں سے انسان کو روکنے کی تعلیم دیتا ہے اور تقویٰ حاصل کرنے کی مشق سکھاتا ہے جو شخص کسی کا مال لیتا ہے وہ مال دینے والے کی اغراض کو ہمیشہ مدنظر رکھکر مال لیوے اور اسی کے مطابق اسکو شے دیوے۔

روزہ سے قرب الٰہی ہوتا ہے

روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قرب الٰہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

یہ ماہ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سر الٰہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس ماہ میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا لیکن انکو چاہیے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں ۔ انسان جس قدر خدا کی باتیں مانتے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ویسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو رشد سے بھی خاص تعلق ہے اور اسکا ذریعہ خدا پر ایمان اس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے اور بھی باتیں ہیں جن سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ کی شان نزول ۔

جب صحابہ نے دیکھا کہ ایک ماہ رمضان کی عظمت اور شان ہے اور اس میں قرب الٰہی کے حصول کے بڑے ذرائع موجود ہیں تو انکے دل میں خیال گذرا کہ ممکن ہے کہ دوسرے چاندوں (مہینوں) میں بھی کوئی ایسے ہی اسرار مخفیہ اور قرب الٰہی کے ذرائع موجود ہوں وہ معلوم ہو جاویں اور ہر ایک ماہ کے الگ الگ احکام کا علم ہو جاوے اسلیے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دوسرے چاندوں کے احکام اور عبادات خاصہ بھی بتا دیے جاویں۔

ہلال و قمر کا تفاوت

یہاں لفظ اَهِلَّة کا استعمال ہوا ہے جو کہ ہلال کی جمع ہے بعض کے نزدیک تو پہلی دوسری اور تیسری کے چاند کو اور بعض کے نزدیک ساتویں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں اور پھر اسکے بعد قمر کا لفظ اطلاق پاتا ہے احادیث میں جو مہدی کی علامات آئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک ہی ماہ رمضان

مہدی کی علامات

میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا وہاں چاند کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قمر کا لفظ استعمال کیا ہے اور اعلیٰ درجہ کا قمر ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ تاریخ کو ہوتا ہے اور اسکے گرہن کی بھی یہی تاریخیں مقرر ہیں اس سے کم زیادہ نہیں ہوسکتا اور ایسے ہی سورج گرہن کے لیے بھی ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - تاریخ ماہ قمری کی مقرر ہے غرضکہ قمر کا لفظ اپنے حقیقی معنوں کے رو سے مہدی کی علامت تھی ۔ لیکن لوگوں نے تصرف کرنے وہاں قمر کے بجائے ہلال کا لفظ ڈالدیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے ۔

ہر ایک نیا چاند انسانی زندگی کی مثال میں ایک سبق دیتا ہے

صحابہ کرام کے اس سوال پر کہ اور چاندوں کے برکات و فوائد سے انکو اطلاع دیجاوے اللہ جلشانہ نے یہ جواب دیا قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ یعنی جیسے ماہ رمضان تقویٰ سکھلانے کی ایک شے ہے ویسے ہر ایک مہینہ جو چڑھتا ہے وہ انسان کی بہتری کے لیے ہی آتا ہے انسان کو چاہیے کہ نئے چاند کو دیکھکر اپنی عمر رفتہ پر نظر ڈالے اور دیکھے کہ میری عمر میں سے ایک ماہ اور کم ہو گیا ہے اور نہیں معلوم کہ آیندہ چاند تک میری زندگی ہے کہ نہیں جس قدر ہو سکے وہ خیر و نیکی کے بجا لانے میں اور اعمال صالحہ کرنے میں دل و جان سے کوشش کرے اور سمجھے کہ میری زندگی کی مثال برف کی تجارت کی مانند ہے ۔ برف چونکہ گھلتی رہتی ہے اور اسکا وزن کم ہوتا رہتا ہے اس لیے اسکے تاجر کو بڑی ہوشیاری سے کام کرنا پڑتا ہے اور اسکی حفاظت کا وہ خاص اہتمام کرتا ہے ایسے ہی انسان کی زندگی کا حال ہے کہ برف کی مثال ہے کہ اس میں سے ہر وقت کچھ نہ کچھ کم ہوتا ہی رہتا ہے اور اسکا تاجر یعنی انسان ہر وقت خسارہ میں ہے ۶۴ - ۶۵ سال جب گذر گئے اور اس نے نیکی کا سرمایہ کچھ بھی نہ بنایا تو وہ گویا سب کے سب گھاٹے میں گئے ہزار ہا نظارے تم آنکھ سے دیکھتے ہو کہ ہمسایہ ہمیشہ مرتے ہیں اپنے ناصحوں کو تم آنکھوں سے دفن کرکے آتے ہو اور یہ ایک کافی عبرت تمہارے واسطے وقت کی شناخت کرنے کی ہے اور یہ چاند تمہیں سمجھاتا ہے کہ وقت گذر گیا ہے اور تھوڑا باقی ہے ۔ اب بھی کچھ کرلو ۔ لمبی لمبی تقریریں اور وعظ کرنے ایک رواج ہو گیا ہے ورنہ سمجھنے والوں کو تو لیے ایک لفظ ہی کافی ہے کسی نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے

کہا ہے۔

شعر

مجلس وعظ رفتنت ہوس است
مرگ ہمسایہ واعظ تو بس است

پس ان روزانہ موت کے نظاروں سے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہارے ہاتھوں میں ہوتے ہیں عبرت پکڑو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور کاہلی اور سستی میں وقت کو ضائع مت کرو۔ سوچو اور غور کرو کہ بچے سے لیکر جوان اور بوڑھے تک اور بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ جسقدر جاندار چیزیں ہیں سب مرتے ہیں اور جتنے بھی ہیں ایکدن مرنا ہے پس وہ کیا بدقسمت انسان ہے جو اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقت کی کیسی قدر کرتے تھے کہ جب انکو ماہ رمضان کے فضائل معلوم ہوئے تو معاً دوسرے مہینوں کیلئے سوال کیا کہ قرب الٰہی کے اگر اور ذرائع بھی ہوں تو معلوم ہو جاویں۔

روح کا علاج ضروری ہے اور اسکا ایک ہی نسخہ ہے

میرے پاس بیمار آتے ہیں انکی اور انکی حالت پر حیران ہوا کرتا ہوں کہ جس جسم کے آرام کے لیے یہ اسقدر تکلیف برداشت کرتے اور اخراجات اور مصائب سفر کے زیر بار ہوکر میرے پاس آتے ہیں اُسے یہ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ضرور چھوڑ دینگے لیکن پھر بھی دنیا کے دکھ سے آرام پانے کے لیے ترک وطن کرتے ہیں عزیز و اقارب کو چھوڑتے ہیں اور انکی بڑی آرزو یہ ہوتی ہے کہ جسطرح ہو تپ جلدی ٹوٹ جاوے لیکن روح کی بیماری کی کسیکو فکر نہیں ہے اسکے واسطے کوئی تڑپ درد رنج و الم۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد اعمال کے جواب دہ ہونگے اور دیاں بھی برابر ہوتے رہتے ہیں آتشک والے مریض کو اسکے اعمال کی جو پاداش ملتی ہے وہی اُسے خوب جانتا ہے اسی طرح بدنظری اور بدکاری کی عادتیں جو پڑتی ہیں پھر انسان ہزار جتن کرے انکا دور ہونا بغیر خاص فضل الٰہی کے بہت مشکل ہوتا ہے اور اسکے بڑے بڑے دکھ رہنے والے نتیجے اسے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ جب یہ حال ہے اور جسم کی ادنیٰ ادنیٰ سی ایذا کی تمکو فکر ہے تو روح کا کیوں فکر نہیں کرتے۔ روح کی بیماریوں کی علاج کا ایک ہی نسخہ ہے جس کا نام قرآن شریف ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بدکار لوگ کہیں گے

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر

کہ اگر ہم خدا کے فرستادوں کی باتوں کو کان دھر کر سنتے اور عقل سے کام لیتے تو آج ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے یہ حسرت انکو کیوں ہوگی صرف اسلیے کہ وقت اُن کے ہاتھ سے نکل گیا اور اب پھر ہاتھ نہیں آسکتا۔ پس روح کی بیماری کا یہی علاج ہے کہ وقت کو ہاتھ سے نہ گنوادے اور اس قدر کہ شفا کتاب قرآن شریف پر عملدرآمد کرے اپنے حال اور قال اور حرکت اور سکون میں اُسے دستور العمل بنادے۔

واعظوں اور سامعین کے مدارج۔

عبرت پکڑتے ہیں وہ مرحلہ اوپر بیان کرتا ہوں **تیسرا مرحلہ** یہ ہے کہ واعظ کا وعظ انسان کی ہدایت کے لیے کافی نہیں ہوتا آج سے کئی سو برس پیشتر ایک تجربہ کار کہتا ہو **شعر**

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

میری طرح بہت سے واعظ کھڑے ہوتے ہیں بہت سے ان میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی نیت روپیہ بٹورنے کی ہوتی ہے بہت سے ایسے کہ لوگ ان کے وعظ اور تقریر کی تعریف کریں اور بعض ایسے بھی ہوتے ہونگے جو کہ محض خدا کے واسطے وعظ کرتے ہوں۔

اسی طرح سننے والوں کا حال ہے میں طبیب ہوں اسلیے بعض لوگ صرف اسی لحاظ سے وعظ سنتے ہونگے کہ انکا علاج اچھی طرح کروں اور کسیکی کچھ اور کسیکی کچھ غرض ہوگی اور بعض ایسے بھی ہونگے کہ محض خدا کے لیے سنتے ہوں۔ غرض وعظوں کے سننے اور سنانے والے مختلف اغراض لیے ہوتے ہیں جو خدا کے لیے سنتے اور سناتے ہیں انکو چھوڑ کر باقیوں کے لیے یہ علم بڑی مشکلات کا موجب ہوتا ہے اور وبال جان ہوتا ہے کیونکہ اسکے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہوتی ہے اور انسان سن یا سنا کر خود ہی اس میں پھنس جاتا ہے۔ عالموں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم خود اپنے عمل پر عامل تھے کہ نہیں تم تکبر کا وعظ کرتے تھے لیکن خود تکبر سے خالی نہ تھے۔ تم بغض اور کینہ سے بچنے کی نصیحت لوگوں کو کرتے تھے مگر خود نہیں بچتے تھے۔ تم ریاکاری سے لوگوں کو روکتے تھے مگر خود نہیں رکتے تھے۔ یہ روحانی بیماریاں ہیں ان کا علاج انسان کے لیے ضروری ہے۔ چاہیے کہ علم کے مطابق تمہارا عمل ہو۔

ایک مزکی النفس انسان سے مستفید ہونے کی راہ

لوگوں کے اندر کمزوریاں بھی ہوتی ہیں اسلیے خدا کی رحمت کا یہ بھی تقاضا ہوتا ہے کہ وہ ان کے لیے ایک مزکی نفس انسان پیدا کرتا ہے جو کہ اپنے نفس اور خواہش سے کچھ نہیں کرتا خدا کے بلائے بولتا ہے انکی زبان خدا کی زبان ہوتی ہے یا خدا کی زبان انکی زبان ہوتی ہے انکی آنکھیں خدا کی آنکھیں یا خدا کی آنکھیں انکی آنکھیں ہوتی ہیں اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ یا خدا کے ہاتھ اسکے ہاتھ ہوتے ہیں وہ خدا کی طرف سے آتا ہے اور ایک مقناطیسی قوۃ اپنے ساتھ رکھتا ہے تاکہ لوگ اُس کے ساتھ تعلق پیدا کرکے اپنے اپنے نفوس کا تزکیہ کریں اور یہ تعلق ایسا مضبوط ہو جیسے ایک درخت کی شاخ پورے طور پر اپنے تنے سے پیوستہ ہوتی ہے۔ ایسا ہی یہ بھی صدق و صفا اور اخلاص اور پوری اطاعت کے ساتھ اس کے ساتھ پیوستہ ہو تو تزکیہ کی اس روح سے جو مزکی کے اندر ہوتی ہے فائدہ اُٹھا سکیگا ورنہ اس کا نشو و نما ہرگز ممکن نہیں۔

ماہ شوال نبوۃ کا چاند ہے

پس وقت کی قدر کرو اور ہر ایک چاند جو تمہاری روح کے لیے ایک وقت اور فرصت لاتا ہے اس سے نصیحت سیکھو جو چاند تم نے کل دیکھا ہے وہ گویا نبوۃ کے اول سال کا چاند ہے کیونکہ قرآن شریف کا نزول اسی ماہ شوال کے ماقبل رمضان میں شروع ہوا اسلیے یہ چاند اور اس کے پہلے کا چاند ہر ایک مومن کے لیے خیر و برکت کا موجب ہے حدیث شریف میں دعا آتی ہے کہ انسان چاند دیکھے تو کہے

ہلال خیر و رشد ہلال خیر و رشد اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان و السلامۃ والاسلام

پس چاہیے کہ روحانی پرورش کے لیے ہم سچا تعلق مزکی کے ساتھ پیدا کریں وہ اب موجود ہے جس کی انتظار ۱۳۰۰ سو برس سے ہو رہی تھی

حقیقت حج و جماعۃ

والحجّ بھی فرمایا کہ چاند حج کے وقت کی بھی خبر دیتا ہے جو اسلام کا ایک اعلیٰ رکن ہے۔ باوجود اسکے کہ نوٹس اور اشتہاروں کی کثرت ہو رہی ہے اور ہر جگہ مجلسیں اور سوسائٹیاں جوش و خروش سے قائم ہو رہی ہیں مگر پھر بھی دنیا میں کوئی مجلس ایسی دید و شنید میں نہیں آئی جس کے ممبر وقت جمع ہوتے ہوں مگر جناب الٰہی نے اطاعت اور طہارت کے ساتھ وقت جمع ہونے اور ملکر اسکی عظمت و جبروت کو بیان کرنا مسلمانوں کا فرض کر دیا ہے کوئی شہر اور قصبہ دیکھو گے جس کے ہر محلہ میں اسلام کی یہ پنجگانہ کمیٹی نہ ہوتی ہو لیکن اس روزانہ پانچوقت کے اجتماع میں اگر تمام باشندگان شہر کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا جاتا تو یہ ایک تکلیف مالایطاق ہوتی اسلیے تمام شہر کے رہنے والے مسلمانوں کے اجتماع کے لیے ہفتہ میں ایک دن جمعہ کا مقرر ہوا پھر اسی طرح قصبات اور دیہات کے لوگوں کے اجتماع کے لیے عید کی نماز تجویز ہوئی۔ اور چونکہ یہ ایک بڑا اجتماع تھا اسلیے عید کا جلسہ شہر کے باہر میدان میں تجویز ہوا لیکن اس سے پھر بھی کل دنیا کے مسلمان میل ملاپ سے محروم رہتے تھے اسلیے کل اہل اسلام کے اجتماع کے لیے ایک بڑے صدر مقام کی ضرورت تھی تاکہ مختلف بلاد کے بھائی اسلامی رشتہ کے سلسلہ میں یکجا باہم مل جاویں لیکن اس کے لیے چونکہ ہر فرد بشر مسلمان امیر اور فقیر کا شامل ہونا محال تھا اسلیے صرف صاحب استطاعت منتخب ہوئے تاکہ تمام دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوکر تبادلہ خیالات کریں اور مختلف خیالات و وعظوں کا ایک اجتماع ہو اور سب کے سب ملکر خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کو بیان کریں حج میں ایک کلمہ کہا جاتا ہے **لبیک لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک** جس کا مطلب یہ ہے کہ اے مولا تیرے حکموں کی اطاعت کے لیے اور تیری کامل فرمانبرداری کے لیے میں تیرے دروازہ پر حاضر ہوں۔ تیرے احکام اور تیری تعظیم میں کسیکو شریک نہیں کرتا۔ غرضکہ یہ حقیقت ہے مذہب اسلام کی جسکو مختصر الفاظ میں بیان کیا گیا ہے پھر دن میں پانچ دفعہ کل مسلمانوں کو **اللہ اکبر** کے لفظ سے بلایا جاتا ہے۔ کوئی نادان اسلام پر کیسے ہی اعتراض کرے کہ ان کا خدا ایسا ہے ویسا ہے مگر وہ خدا تعالیٰ کے لیے **اکبر** سے بڑھ کر لفظ وضع نہیں کرسکتا۔ نماز کے لیے بلاتے ہیں تو **اللہ اکبر** سے شروع کرتے اور ختم کرتے ہیں تو **رحمۃ اللہ** پر۔

حج کے برکات میں سے ایک یہ تعلیم ہے جو کہ اس کے ارکان سے حاصل ہوتی ہے کہ انسان سادگی اختیار کرے اور تکلفات کو چھوڑ دے اس کے ارکان کبر و بڑائی کے بڑے دشمن ہیں دور دراز کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے اہل و عیال اور اقارب چھوٹتے ہیں سستی اور نفس پروری کا استیصال ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر ایک بات یہ ہے کہ ہزاروں ہزار سال سے ایک معاہدہ چلا آتا ہے وہ یہ کہ جناب الٰہی کے حضور حاضر ہو کر منظور کرتا ہے اور بہت سی دعائیں مانگتا ہے

محدود عقل اور خواہش کے محدود نتائج

ولیس الخبر انسان کو ایک زبردست طاقت کا خیال ہمیشہ رہتا ہے اور یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ ہر ایک مذہب میں جناب الٰہی کا عظمت و جبروت ضرور مانا جاتا ہے جو لوگ اس سے منکر ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ ایک عظیم الشان طاقت ضرور ہے جس کے ذریعہ سے یہ نظام عالم قائم ہے اس کے قرب کے حاصل کرنے والے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض کی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ جسمانی سامان حاصل کرکے جسمانی آرام حاصل کیا جاوے جیسے ایک دوکاندار کی بڑی غرض و آرزو یہ ہوتی ہے کہ اس کا گاہک وہیں سجاوے ایک اہل کسب ایک دو روپیہ کما کر پھولا نہیں سماتا لیکن ایسے لوگ انجام کار کوئی خوشحالی نہیں پاتے وجہ یہ ہے کہ ان کی خواہش محدود ہوتی ہے اسلیے محدود فائدہ اُٹھاتے ہیں اور محدود خیالات کا نتیجہ

پاتے ہیں۔ بعض اس سے زیادہ کوشش کرتے ہیں اور ان پر ثواب اور گزشتہ کا دروازہ کھلتا ہے اس قسم کے لوگوں میں بھلائی اور اخلاق سے پیش آنے کا خیال زیادہ بھی ہوتا ہے مگر چونکہ ان کی عقل بھی محدود ہوتی ہے اس لیے ان کی راہ بھی محدود ہوتی ہے ایک حد کے اندر اندر رہتے ہیں اور ان کو مشیر بھی محدود الفطرۃ ملتے ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ کہ کوئی بھلائی انکی نظر میں بھلی اور بری کسی محدود خیال سے نہیں ہوتی بلکہ ان کی نظر وسیع اور اثبات پر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وراء الوریٰ ہے کوئی عقل اور علم اُسے محیط نہیں بلکہ کل دنیا اسکی محاط ہے اسکی رضامندی کی راہوں کو کوئی نہیں جان سکتا بجز اس کے کہ وہ خود کسی پر ظاہر کرے۔ یہ نظر انبیاء اور رسل اور اُن کے خلفاء راشدین کی ہوتی ہے وہ نہ خود تجویز کرتے ہیں اور نہ دوسرے کی تراشیدہ تجاویز مانتے ہیں بلکہ خدا کی بتلائی ہوئی راہوں پر چلتے ہیں۔ عرب کے نادانوں کو خیال تھا کہ جب وہ گھر سے حج کے لیے نکلیں اور پھر کسی ضرورت کے لیے انکو واپس گھر آنا پڑے تو گھروں کے دروازہ میں سے داخل ہونا وہ معصیت خیال کرتے تھے اور پیچھے سے چھتوں پر سے ٹاپ کر آیا کرتے تھے اور اسے ان لوگوں نے نیکی خیال کر رکھا تھا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ باتیں نیکی میں داخل نہیں بلکہ نیکی کا وارث تو متقی ہے تم اپنے گھروں میں دروازہ کی راہ سے داخل ہوا کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

اس روح کو ابد الآباد ضرورتیں ہیں جنکی کسیکو خبر نہیں اور مر کر جس ملک میں لوگ جاتے ہیں جہاں سے مر کر آج تک کوئی نہیں آیا جو یہ بتلا دے کہ وہاں کے لیے کس قسم کے سامان کی ضرورت ہے کھانے پینے لباس اور آسائش کے واسطے کیا کیا انسان ساتھ لیجاوے۔ گذشتہ زمانہ کی نسبت تو لوگوں کے بڑے بڑے دعوے ہیں اور بعض مذہب اپنی قدامت پر بڑا فخر و ناز کرتے ہیں آریہ کہتے ہیں کہ ہم ہزارہا برس سے ہیں اور جین مت والے ان سے بھی زیادہ قدامت میں قدم مار رہے ہیں اور زرتشت کے ماننے والوں نے تو حد ہی کر دی کہ مہاسنکھ کے پہلے سترہ صفر بڑھا دیے۔

غرضکہ گذشتہ تاریخ کے دیکھنے میں انسانوں نے بڑے دعوے کیے ہیں ایسے ہی اسٹرالوجی علم نجوم میں دور دور کے ستاروں کی تحقیق کی گئی ہے اور عجیب عجیب خواص اور ہیئت انکی دریافت کی ہے نہایت ہی دور تک اور دوربینی میں یہانتک نوبت پہنچی ہے کچھ کیطرف جیالوجی والوں نے زمین کے اندر بڑے بڑے غوطے لگائے مگر ایک سکنڈ کے بعد کیا ہونیوالا ہے کوئی نہیں بتاتا۔ اور جبکہ ایک سکنڈ کے بعد کی خبر نہیں بتائی جاتی تو مر کر کیا ہوتا ہے اور کیا مرحلے پیش آتے ہیں انکی خبر کون دیوے صرف خدا کی ہی ایک ذات ہے جو اسکی خبر دے سکتی ہے اور کوئی نہیں وہی بتلاتا ہے کہ مرنیکے بعد تمکو فلاں فلاں امور کی ضرورت

اور مومن کو اس دولت میں جو دو باتوں کے لیے ملی متقیم کا سامان درکار ہے یہ خبر انبیاء انکی خلیفہ اور مامور ہی کو ملتی ہے اور جو کچھ وہ بتلاتے ہیں وہ خدا سے خبر پا کر بتلاتے ہیں ورنہ بذات خود غیب کی کنجی نہیں ہوتے۔

رضاء الٰہی کی یہی راہ ہوتی ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی معرفت بیان کرے اور خوش قسمتی ہے ہمارا امام ان سب سے واقف ہے اور وہ بتلا سکتا ہے کہ تم کسطرح خدا کا قرب حاصل کر سکتے ہو لیکن جو شخص اپنی طرف سے کوئی راہ تجویز کرتا ہے اور بلا کسی الٰہی سند کے کہتا ہے کہ اس سے خدا راضی ہوگا وہ نفس دھوکا دیتا ہے خدا کی راہوں کا علم انسان کو تقویٰ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ تم تقویٰ اختیار کرو اللہ تمکو علم عطا کرے گا جس سے تم اسکی رضامندی کی راہ پر چل سکو گے تقویٰ یہی ہے کہ انسان بالکل خدا کا ہو جاوے اسکا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا کھانا پینا ہر ایک حرکت و سکون خدا کے لیے ہو جب وہ ہمہ تن اپنے وجود اور ارادہ کو خدا کے لیے بنا دیگا تو پھر خدا اس کا بنجاویگا من کان للہ کان اللہ له

یہ وقت قابل قدر ہے

پہلے اوپر ذکر کیا تھا کہ چاندوں کے ذریعہ سے انسان کو وقت کی قدر معلوم ہوتی ہے اور یہ اسکی گذشتہ اور آیندہ عمر کا سبق دیتے ہیں اسی طرح ہر ایک بات کا ایک وقت مقررہ ہوتا ہے وہ جب ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو پھر ہاتھ نہیں آیا کرتا دیکھو کل شام تک ایک وقت تھا اور اسکے دن میں تندرست اور مقیم کیلیے کھانا پینا حرام تھا لیکن جب وہ وقت ختم ہو گیا تو اسکے احکام اور برکات بھی ختم ہو گئے۔ آج ایک وقت ہے کہ اسکا حکم کل سے بالکل متضاد ہے اگر کل تندرست اور مقیم کے لیے کھانا پینا دن میں حرام تھا تو آج اس کے واسطے نہ کھانا حرام ہے نہ پینا۔ ہماری آنکھ کان ناک دست و پا سب کچھ وہی ہیں جو کل تھے لیکن تقویٰ اطاعت اور حکم برداری کی لحاظ سے کل اور آج میں کسقدر تفرقہ ہے۔ اسیطرح خدا نے حج، عید، نماز، کھانے، پینے، سونے، جاگنے وغیرہ کیو قت مقرر کیے ہیں اور جب وقت پر ایک کام حسب رضاء الٰہی بجا لایا جاتا ہے تو وہ فضل اور برکات کا موجب ہوتا ہے۔ کل روزہ رکھنے کا ثواب تھا اور آج عذاب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت دراصل اطاعت کا نام ہے اگر اسمیں احکام الٰہی کی اطاعت نہ ہو تو وہی عبادت حرام اور قبیح ہو جاتی ہے اس سے ایک سبق حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہر ایک بات کے لیے ایک وقت ہوتا ہے ایسے ہی کامل متقی بننے کے لیے ایک وقت ہوتا ہے اور وہ وہ وقت ہوتا ہے جب خدا کیطرف سے کوئی اسکا خلیفہ دنیا میں آیا ہو سو یہ بھی وہی وقت ہے جب وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر ہاتھ نہیں آتا۔ موت کا دروازہ تو کسی انسان کے لیے بند نہیں ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل خاتم الانبیاء ہیں جن لوگوں نے آپکا زمانہ پایا وہ آپ پر ایمان لائے اور متقی بنے لیکن آخر آپ فوت ہوئے اور ہمیشہ کے لیے ان لوگوں میں نہ رہے۔ ہاں آپکے انفاس طیبہ دیر تک رہے اور رہینگے اور یہ ہر ایک نبی اور مامور کے ساتھ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ کسیکے انفاس طیبہ بہت دیر تک رہتے ہیں کسیکے تھوڑی دیر تک۔ لیکن وہ بذات خود ہمیں نہیں رہتے۔ دیکھو حضرت مسیح کو دو ہزار برس ہی زندہ کہتے تھے آخر وہ بھی مردہ ثابت ہوا انکے بیچارے پیرو نے اسے آسمان پر زندہ کہا مگر زمین نے مردہ ثابت کیا اور اُسکے انفاس بھی مر گئے تعلیم کا یہ حال ہوا کہ خدا کا بیٹا بنا یا گیا۔ اسی لیے ہماری تعلیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ عبدہ ورسولہ کا لفظ ایزاد ہوا کہ کہیں سابقہ قوموں کی طرح گمراہ ہو کر متبوع کو خدا نہ بنا بیٹھیں۔ اور جب خدا کی توحید کا بیان کریں تو ساتھ ہی ساتھ آپکی عبودیت کا بھی ذکر کیا جاوے۔ اگر ایسی تعلیم عیسائیوں کے ہاتھ ہوتی تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ میں وقت کا ذکر کر رہا تھا پس تمکو چاہیے کہ وقت کا خیال رکھو۔ یہ آج عید الفطر ہے پھر جو زندہ رہے تو دوسرے سال اسے پاوے گا امام کے ماننے کا یہی وقت ہے جبکہ وہ زندہ موجود ہے اگر اسوقت نہ مانا تو پھر پچھتاؤ گے

مومنوں پر تین وقت

ہر ایک مامور کے ماننے والوں پر تین وقت ہوا کرتے ہیں اور صحابہ پر بھی وہ وقت تھے ایک تو مکہ کا جبکہ آنحضرت کو ہر طرف سے دکھ دیا جاتا تھا جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور اسوقت آپکو بعض لوگوں نے مانا۔ دوسرا وہ جبکہ آنحضرت مدینہ میں پہلے آئے اور بعض لوگ آپ پر ایمان لائے تیسرا وہ وقت جبکہ صحابہ دنیا کے فاتح ہو رہے تھے اور ملک پر ملک آپکے قبضہ میں آ رہا تھا اب سوچو کہ ان تینوں وقتوں میں جن جن لوگوں نے مانا اور خرچ کیا۔ کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں۔ فتح مکہ سے اول جن لوگوں نے خرچ کیا تھا انکی نسبت خود آنحضرت نے فرمایا کہ اب جو لوگ احد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کریں تو انکی وہ قدر نہیں ہو سکتی جو فتح مکہ سے اول ایک جو کی مٹھی کی ہو سکتی ہے۔

خدا کی راہ میں خرچ کرنیکے مقام اور انکا وقت

خالد بن ولید جیسے فاتح کے سامنے یہ فقرہ کہا تھا کہ تمہاری خدمات اور فتوحات ان لوگوں کے ہم پلہ ہرگز نہیں ہو سکتیں جو کہ فتح مکہ سے پیشتر ایمان لائے اور تمہاری ان کے سامنے کچھ قدر نہیں پس یاد رکھو کہ امام کے ماننے کا ایک وقت ہوتا ہے اُسی طرح [illegible] ہے اور اسکے ساتھ ہو کر خرچ کرنے میں بڑی برکات ہوتی ہیں اور اس خرچ کا یہی وقت ہے اگر تم کرو گے تو خدا اسکا اجر اپنے ذمہ رکھیگا اسکے لیے خدا نے ہر ایک سلیم فطرت میں ایک نظیر رکھدی ہے کہ جب کوئی کسی سے سلوک کرے یا نیکی کرے تو ایک سلیم الفطرت انسان کبھی گوارا نہیں کرتا کہ اُسکا بدلا نہ دیا جاوے اور ذلیل [illegible] تو اب سوچو جسنے فطرت میں یہ بات رکھدی ہو وہ آپ کیسے گوارا کریگا کہ کسیکی نیکی کا بدلا نہ دے وہ تو بڑا غنی ہے اُسکی راہ میں اسکی رضامندی کیلیے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے وہ ضرور بدلا دیتا ہے۔ ایسے لمبے وعظ و نصیحت میں کیا کروں۔ میں مجدد ملہم مامور یا مسیح نہیں ہوں جو ہے اُسے کشتی نوح بنا کر تمھارے آگے رکھدی ہے وہ جدھر بلانا چاہتا ہے اُدھر جانا تو درکنار ہمارا تو رخ بھی انکی اُسطرف نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ مجکو یہ کہ بڑی خاردار جنگل ہے لوہے کے کانٹے ہیں اور دشوار گذار راہ ہے [illegible] نازک پاؤں والے میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔ پھر اُسنے یہ بھی کہتے سنا ہے کہ میں چشمہ پر تمکو بلانا چاہتا ہوں تمہیں سے ابھی کسینے پانی نہیں پیا اور اسنے یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی باتیں کہنے کے لائق ہیں مگر تم میں انکی قبولیت اور برداشت کا مادہ نہیں پاتا اسلیے نہیں کہتا ہوں اگرچہ سب باتیں تمہارے کام کی نہیں آئیں اور تمکو نفع نہیں بخشتیں تو پھر اکیلا ایمان کیا فائدہ دیسکتا ہے اسلیے تمہارے لیے ضروری ہے کہ اس وقت کی قدر کرو۔ اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر ہزار برس کے انتظار کے بعد بھی نہ پاؤ گے خرچ کرنیکا اور نفس کے تزکیہ حاصل کرنیکا یہی وقت ہے۔ نفس کا تزکیہ امام کے ساتھ ہو کر مال خرچ کرنے سے بھی ہوا کرتا ہے وہ اب موجود ہے اور اسکے پیرو نہ ہونیکا موقع ہے اگر یہ چلا گیا تو پھر ایسے واعظ تو کیا ہے ۱۳۰۰ برس ہی واعظ تو آتے ہی رہے دعا کرو اور وقت کا مطالعہ کرو اور خدا سے قوت طلب کرو کہ وہ ان باتوں کی توفیق عطا کرے۔

مثلاً خرچ کرنیکے یہاں بڑے موقع ہیں مہمانخانہ ہے۔ لنگرخانہ ہے۔ کالج ہے۔ پھر بعض لوگ آتے ہیں لیکن وہ بے خرچ ہوتے ہیں انکو خرچ کی ضرورت پڑتی ہے بعض دولتمند بھی آتے ہیں اور میں نے اکثر دفعہ لوگوں کو کہا ہے کہ وہ اگر اپنا سامان وغیرہ میرے حوالہ کر کے رسید لیلیا کریں کہ گم نہ ہوا کرے مگر وہ ایسا نہیں کرتے اور انکا سامان گم ہو جاتا ہے اور امداد کی ضرورت انکو آ پڑتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ محض ابتغاء لوجہ اللہ یہاں رہتے ہیں پھر دو اخبار بھی ہیں اگرچہ اسکے مہتمم اپنے فرائض کو کماحقہ بجا نہیں لاتے مگر تاہم انکا ہونا غنیمت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے فان لم یصبها وابل فطل تو ان سب اخراجات کو مدنظر رکھنا اور ان سب مقاموں پر خرچ کرنا چاہیے جو اہم امور ہیں وہاں اہم اور جو اس سے کم ہیں وہاں کم درجہ بدرجہ ہر ایک کا خیال رکھو

اسوقت اور خرچ کی یہ مثال ہے جیسے ایک کسان تھوڑے سے دانے بو کر اور کھیت کو خدا کے سپرد کر کے چلا آتا ہے اور اگرچہ ان میں سے کچھ ضائع ہوتے ہیں کچھ پرندے کھاتے ہیں لیکن پھر بھی منوں غلہ ان سے پیدا ہوتا ہے مگر بے وقت بیج بونے سے وہ پیداوار محال ہے جو وقت پر بیج بونے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

غرضکہ ہر ایک چاند کو غنیمت جانو اور اپنی بہتری کنبہ کی بہتری خلق اللہ کی بہتری کو ہر وقت مدنظر رکھو اور نیک سلوک سے سب سے پیش آؤ اسوقت جو مراتب تمکو مل سکتے ہیں پھر نہیں ملینگے۔ اب ایک پیسہ سے جو کام نکلتا ہے وہ پھر ہزار روپے خرچ کرنیسے نہ نکلیگا خدا سے قوت مانگو کہ وہ نیکی کرنیکی اور بدیکو ترک کرنیکی توفیق دیوے جسقدر بچے یہاں بورڈنگ میں رہتے ہیں وہ سب تمہارے بچے ہیں انکے لیے دعا کرو کہ سچے علوم میں ترقی کریں اور نیک بنیں

ایک خط

گذشتہ اشاعت سے آگے

کہ مکاشفہ ایسی قدرت و عجائبات والی چیز ہے اور جو اہل کشف ہوتا ہے وہ اپنے معارف و علوم۔ اور قوتہائے باطن کی وجہ سے اُنکے واسطے ایک حجت اور گواہ ہوتا ہے پھر کشفی نظارہ کے بعد۔ اب ظاہری نظارہ کیطرف نظر کرنیکا حکم فرماتا ہے۔ اور ہڈیوں کیطرف نظر کر کس طرح ہم انکو بڑھاتے ہیں پھر ہم اُن کو گوشت پہناتے ہیں یہ حکم تو وحی متلو میں تھا اور عموماً ہر ایک وحی متلو کے ساتھ جو غیب کے متعلق ہو ایک کشفی نظارہ ہوتا ہے جس سے اُسکی حقیقت پورے طور پر روشن ہو جاتی ہے (فلما تبین لہ) یعنی جب ان مکاشفات اور الہامات کے بعد اُن کو حقائق پر اطلاع ہوئی تب کہنے لگے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ خواب میں حواس ظاہری چیزوں کی طرف سے منقطع ہو جاتے ہیں اسی لیے قرآن مجید نوم کو بھی ایک قسم کی موت قرار دیتا ہے ایسا ہی کشف میں تمام قوٰی خاص نظاروں کی طرف سے ایسے کھینچ جاتے ہیں کہ موجودہ اور قریبی چیزوں کی طرف سے گویا مردہ ہو گئے ہیں اسی واسطے سو سالہ مکاشفہ کو ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے کہ اسنے سو سال اُسکو مردہ رکھا اہل کشف کے لیے یہ ایک عام مشاہدہ کی بات ہے مگر ظاہر پرستوں کے نزدیک نہایت ہی حیرت انگیز ہے جسکی وجہ سے بعض مفسرین نے ایک عجیب و غریب قصہ ایجاد کر لیا کہ جب برمیا کو بیت المقدس کی ویرانی پر افسوس ہوا۔ اور حیران ہوئے کہ اب اللہ اُسکو کیسے آباد کرے گا اسپر اسنے انکو مار دیا اور سو برس مردہ رکھا پھر زندہ کیا مرنے سے پہلے اُنھوں نے انجیر تھیلی اور شیرہ انگور کا برتن درخت سے لٹکا دیا تھا۔ جب زندہ ہوئے تو وہ ویسے کے ویسے موجود تھے سڑے بسے نہ تھے مگر گدھا جو درخت سے بندھا تھا اُس کی ہڈیاں رہ گئی تھیں جب خدا نے برمیا سے پوچھا کہ تو کتنی مدت رہا۔ اُنھوں نے جواب دیا ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ان کے خیال کی بنا یہ تھی کہ آپ صبح کے وقت سوئے تھے اور عصر کے وقت زندہ ہوئے اسلیے ان کو ایک ہی دن کا خیال تھا خدا نے فرمایا نہیں تو سو برس پڑا رہا ہے گدھے کو دیکھ کہ وہ سفید ہڈیاں ہو گیا ہے مگر تیری روٹیاں اور شیرہ نہیں سڑے بسے پھر خدا نے برمیا کے روبرو گدھے کو زندہ کیا اور اسکی ہڈیاں جوڑ کر اُنپر گوشت چڑھایا۔

اس قصہ پر ہمارے **چند اعتراضات** ہیں

(۱) اول تو خلاف سنت اللہ جو واقعات ہوں اُنکے ماننے کے واسطے قطعی ثبوت اور یقینی شہادتوں کا ہونا ضروری ہے مگر اسکے واسطے کوئی بھی سند نہیں۔ قاضی بیضاوی تو یہانتک فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو زندہ ہوا تھا یا تو عزیر تھے یا خضر تھے یا کوئی کافر منکر بعثت تھا۔ جب صاحب قصہ کے نام کا ہی پتہ نہیں تو پھر خلاف سنت اللہ واقعات کو کیسے تسلیم کیا جائے۔

(۲) دوم ایک نبی کا سو سال تک مردہ رکھنا تقدس باری تعالےٰ اور شان نبی کے خلاف کیونکہ نبی کی روح جو منصب تبلیغ لیکر آیا ہے ایک دم بھی مردہ نہیں رہ سکتی بلکہ ہر وقت علوم اور معارف میں ترقی کرتی رہتی ہے

(۳) سوم نبی کی روح جسم سے علحدہ ہوتے ہی عالم قدس میں پہونچکر مقربین رب العلمین میں شامل ہو جاتی ہے۔

(۴) چہارم حسب بیان ایک شہر ویران شدہ کی آبادی کا سوال تھا کہ یہ کیسے آباد ہوگا اسکے واسطے تاریخی مثالیں کافی ہو سکتی تھیں۔ یہ کوئی بڑے ادق سوالات میں سے نہ تھا کہ اسکے سمجھانے کے واسطے خداوند کریم کو ایک نبی کو سو سال مردہ رکھنا اور پھر زندہ کرنا پڑا اور گدھے کو مار کر اُس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھانا پڑا۔ کیا نبی کے اطمینان کے واسطے ایک ایسی بات میں خدا کا وعدہ کافی نہیں ہو سکتا تھا

(۵) پنجم۔ آثار زمانہ نے گدھے کو گلا سڑا کر سات ہڈیاں نکالدیں مگر روٹیاں اور شیرہ ویسے ہی پڑے رہے قرآن مجید نے اس کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں بیان کی۔

(۶) ششم (وانظر الی حمارک) فرمایا ہے اگر سفید ہڈیاں رہ گئی تھیں تو کہنا چاہیے تھا (وانظر الی عظام حمارک)

(۷) ہفتم قصہ میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ برمیا نبی صبح کے وقت سوئے اور عصر کے وقت زندہ ہوئے تھے اسی خیال سے اُنھوں نے ایک دن کہا مگر سو برس میں تو در و دیوار حجر و شجر اور نشیب و فراز سب بدل جاتے ہیں جب بیدار ہوئے نہ تو وہ در و دیوار ہونگے نہ وہ حجر و شجر اور نہ وہ نشیب و فراز پھر اُنکے نظارے سے کچھ نہ سمجھے بلکہ خدا کو کہنا پڑا کہ تو سو سال مردہ رہا۔

(۸) ہشتم ایسی لاعلمی سے ثابت ہوتا ہے کہ موت نے اُنکے قوٰی کو بیکار بنا دیا تھا ورنہ عالم قدس سے ہزارہا معارف اور نیکیاں لیکر آتے۔

(۹) نہم اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تجکو ہم لوگوں کے واسطے نشان بنانا چاہتے ہیں مگر جو سو سال مردہ پڑا رہا۔ اور اپنے مرنے کی خود انکو خبر نہیں تو وہ اوروں کے واسطے کیا نشان و حجت و گواہ ہو سکتا ہے

(۱۰) دہم گدھے کی ہڈیوں کو از سر نو جڑتے ہوئے اور اُنپر گوشت چڑھتے ہوئے خود برمیا نے دیکھا اور کسی نے نہیں تو یہ بھی دوسروں کے واسطے کیا حجت ہو سکتا ہے۔

(۱۱) یازدہم۔ یہ بھی احتمال ہے کہ سو سال کے بعد پہلے لوگ نہ رہے ہوں اور ان جدید لوگوں میں برمیا نبی اجنبی ہو گئے ہوں۔ تو جو حجت معروف شخص ہونے میں ہو سکتی تھی وہ اب اجنبی رہنے میں نہ رہی بلکہ انکا یہ ظاہر کرنا کہ میں سو سال مردہ رہا میرا گدھا میرے سامنے زندہ کیا گیا ایک ابتلا کا موجب ہو گیا ایسی خلاف بات سمجھانے کے واسطے بھی ایسا ہی اور معجزہ ان جدید لوگوں کو دکھانا چاہیے۔

(۱۲) دوازدہم۔ قرآن مجید میں ان امور میں سے کسی کی بھی تصریح نہیں موت کا لفظ اوائلی بمعنی خواب بر روحانی قوٰی کے معطل ہونے پر کفر اور بدمذہبی پر عشق پر آیا ہے پس یقینی طور سے کہاں ثابت ہوا کہ یہاں پر موت کے حقیقی معنے مراد ہیں بلکہ سیاق و سباق اسکے منافی ہے اور نیز خداوند کریم نے جو سورہ مومنون میں فرمایا ہے کہ حقیقی موت کے بعد انکا قیام یوم قیامت تک ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون) جس کا بیان ہو چکا ہے یہ آیت بھی قرینہ صارفہ و بینہ قویہ ہے اس امر پر کہ یہاں پر موت سے حقیقی معنے مراد نہیں ہیں۔ ورنہ تخلف وعدہ لازم آوے گا۔ خدا کی باتیں پوری ہونگی اور پوری ہوں گی۔ زمین و آسمان ٹل جائینگے لیکن خدا کی باتیں نہیں ٹلیں گی۔ وانظر الی العظام عام ہے۔ اُس گدھے کا نام۔ الف لام اُس تخصیص کیطرف اشارہ کرتا ہے جو ہڈیاں حالت نشو ونما میں ہوتی ہیں سو یہ معروف بات ہے۔

(۱۳) سیزدہم۔ حقیقی موت کے بعد زندہ ہو کر اسی عالم میں قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا جہاں احیاء موتٰی کا بطور اعجاز کے ذکر ہے وہاں روحانی مردے مراد ہیں جنکے اصلاح پذیر ہونے کی کوئی اُمید باقی نہ تھی چنانچہ اسکو اسکے موقعہ پر ذکر کرنیکے ان شاء اللہ تعالےٰ اگر دفعی طور پر مردے زندہ ہوتے تو بشر کی مجال نہ تھی کہ مسیح کی ایسی سخت مخالفت کرتا پھر اُن کے حواریین میں کسی مردہ کا داخل ہونا مذکور نہیں جو عذاب قبر اور سزا اعمال دیکھے ہوئے ہوں اُنکو تو بدرجہ اولیٰ تابع اور مخلص ہونا چاہیے تھا۔ اور اُن کی زبانی تاریخ عالم میں عذاب قبر اور حالات بعد الموت بڑے ذوق شوق اور دعوم دھام کے ساتھ درج ہونے چاہییں تھے مگر کسی معتبر تاریخ میں ایک فقرہ بھی اُن کی زبان سے درج نہیں ہوا یہ واقعات تو سلطنتوں کے عروج و زوال سے بھی زیادہ عظیم اور قابل توجہ مورخین تھے

(۱۴) چہار دہم جبکہ ان آیات سے مشاہدات کشفی کا بیان صاف صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے حالات میں ایک عظیم الشان کیفیت ہے پھر اُس کو پلٹ کر غیر فطرت اور مخالف سنت اللہ کی طرف لیجانا کیسے جائز اور صحیح ہو سکتا ہے۔

(۱۵) پانزدہم۔ ایسے لغو اور بے بنیاد قصے قرآن مجید کیطرف منسوب کرنے تو بڑا حرج ہے اور (لا تلبسوا الحق بالباطل) کے خلاف عمل کرنا ہے محققین علماء و حکماء اور مورخوں کی نظر میں قرآن مجید کو حقیر کرنا ہے۔

(۱۶) شانزدہم۔ ایسے کرشموں کی ضرورت عام منکرین کو ہوتی ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کو

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

کیا انبیاء عام ہوشیاروں کی برابر بھی نہ رہے کہ اُن کے اطمینان کے واسطے قوانین مستمرہ کو توڑنا پڑا۔

بعض محققین کا قول ہے کہ یہ کشف نہیں ایک خواب تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دکھلایا۔ اور اسکی تائید توریت کتاب حزقیل نبی سے ہوتی ہے چنانچہ کتاب حزقیل باب ۳۷۔ آیت ۱ میں لکھا ہے خداوند کا ہاتھ مجھپر تھا اور اُس نے مجھے خداوند کی روح میں اُٹھا لیا۔ اور اُس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اُتار دیا۔ اور باب ۱۱ آیت ۲۴ سے اسکی اور بھی وضاحت ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے۔ انجام کار روح نے مجھے اُٹھایا اور خدا کی روح سے رویا میں مجھے پھر کسدیوں کے ملک میں اسیروں پاس پہنچا دیا سو وہ رویا جو میں نے دیکھی مجھ سے اوپر اُٹھ گئی ہیں جب یہ خواب ثابت ہو گئی تو اب ان آیات کی حقیقت بیان کرتے ہیں خوب غور سے سنو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں جس شخص کے گذرنے کا ذکر ہے وہ حزقیل نبی تھے جو ایک غیر آباد قریہ کے پاس سے گذرے۔ اور اسکے آس پاس بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی دیکھیں تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان کو اللہ کیسے زندہ کر سکتا ہے تب اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے اُنپر خواب طاری کی اور خواب میں اُن ہڈیوں وغیرہ اور غیر آباد زمین کو سو سال کے اندر آباد ہوتے ہوئے دکھایا یعنی خواب میں یہ معلوم ہوا کہ میں سو سال تک زندہ رہا۔ اور میرے سامنے وہ آباد ہوا۔ کیا وہ انسان جو دہلی میں بحالت خواب پڑا ہے اور خواب میں وہ دیکھتا ہے کہ میں کلکتہ میں سیر کر رہا ہوں۔ سو ظاہر ہے کہ اُسکا کلکتہ میں سیر کرنا عالم خواب میں ہے نہ اس عالم میں۔ سو ایسا ہی اُسکو خیال کرنا چاہیے کہ خواب میں یہ دیکھنا کہ یروشلم سو برس میں آباد ہوا اور سو برس تک میں زندہ۔ یہ قیام۔ اور مکث اور ٹھیرنا عالم خواب میں تھا نہ اس عالم میں۔ جیسا کہ کلکتہ کی سیر کرنا عالم خواب میں تھا نہ اس عالم میں پھر جب خواب سے بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے دریافت کیا کہ تم اس عالم خواب میں کتنی دیر تک رہے۔ اُنھوں نے مقام عالم کون و فساد کا سوال سمجھا۔ یعنی یہ اُنھوں نے سمجھا کہ اصلی مدت قیام کی نسبت یہ سوال ہے اسی لیے اُنھوں نے جواب دیا کہ ایکدن یا اس کا کچھ حصہ اسحالت میں رہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سو سال تک اس نظارہ کو دیکھتا تھا۔ اور یہ بات عالم مثال

سے متعلق تھی پھر جب حزقیل نبی کو تردد پیدا ہوا کہ کیا میں سو سال تک سویا رہا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے رفع شک کے لیے فرمایا کہ وہ بات تو خواب کی تھی یعنی عالم مثال کے سو سال تھے اس دنیا کے سال نہیں تھے کیونکہ تم اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھو کہ اس پر سال نہیں گذرا۔ بیوگدھے کو دیکھو وہ صحیح تندرست کھڑا ہے وہ مرا نہیں اور نہ دُبلا ہوا۔ ہم نے تو تمہارے لیے لوگوں کیلئے ایک نشان دکھانا چاہا ہے وہ نشان یہ ہے کہ تو ان ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم کیسے گوشت و پوست چڑھاتے ہیں جب یہ دکھلا چکا تو کہا میں جانتا ہوں کہ تو ہر ایک چیز پر قادر ہے یعنی اب خوب مجھ پر واضح ہو گیا کہ اسطرح غیر آباد ملک کو آباد اور سرسبز کر دیتا ہے۔

الحاصل یہ اُس نبی کی طرف سے ایک پیشگوئی کرائی گئی کہ یروشلم سو سال کے اندر آباد ہوگا چنانچہ اس پیشگوئی کی حزقیل کی کتاب باب ۳۷ - ورس ۱۲ سے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے اس لیے تو نبوت کر یعنی پیشگوئی سنا دے اور اُن سے کہو کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے میرے لوگو میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا اور تمہیں تمہاری قبروں سے باہر نکالوں گا۔ اور اسرائیل کی سرزمین میں لاؤنگا۔ اس پیشگوئی کا ظہور قبل مسیح ۵۳۶ میں کورس کیقباد جسکو قرآن شریف میں ذوالقرنین کے لقب سے ملقب فرمایا گیا ہے۔ دیکھو کتاب یرمیا نبی باب ۱۲ - ورس ۱۵۔ ہر کا مفصل حال تخلیص التواریخ مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب امروہی میں لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بخت نصر نے یروشلم کو تباہ کر دیا تھا۔ اور قوم بنی اسرائیل جنگلوں اور بیابانوں میں ماری ماری پھرتی رہی جسکی وہ بالکل تباہ ہو گئی تھی اور قرآن شریف میں اُن کو ہڈیوں سے نامزد کیا گیا ہے۔ یعنی اُن کے گوشت و پوست بالکل نہیں رہے اور صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں یعنی وہ شریعت حقہ سے سراسر محروم اور متمدنی زندگی سے بالکل عاری تھے آخر کیقباد بادشاہ نے یروشلم کو از سر نو آباد کیا۔ اور اُن کو انسان بنایا۔

چوتھی آیت یہ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ

ترجمہ کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں ہزار موت کے خوف سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو کہہ دیا کہ جاؤ تم جاہلیت کی موت مر جاؤ۔ پھر اُن کو زندہ کیا یعنی اُن کو شریعت سکھلائی اور وہ اس لیے کہ اللہ لوگوں پر فضل ہی کرنے والا ہے لیکن بہت لوگ ناشکری کرتے ہیں۔

تم لغت عرب میں معلوم کر چکے ہو کہ موت کے معنے جہالت کے بھی ہیں یہاں اس آیۃ میں وہی معنی مراد ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کی نسبت ہے اور جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قوم کے مقابل میں لڑائی کے لیے حکم دیا تھا۔ تو اُنھوں نے انکار کر دیا تھا جسپر حضرت موسیٰ نے اُن کے حق میں بددعا کی تھی جسکی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُن کو جنگلوں میں نکال دیا تھا اور وہ مدتوں تک حیران اور سرگرداں رہے اور وہ ایک موت سے بھاگے تھے مگر جہالت کی موت میں جا پڑے کیونکہ شریعت سے وہ ناواقف ہو گئے۔ جنگلوں میں کہاں علم۔ اور کون اُن کو سکھلانے والا تھا اُنکا مفصل حال سورۂ مائدہ رکوع تیسرے میں ہے لہذا اُس رکوع کا ترجمہ ہم یہاں لکھتے ہیں تاکہ خوب واضح ہو جاوے +

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم تم اُن نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر کی ہیں۔ کیا یہ تھوڑی نعمت ہے کہ تم میں نبی بنائے گئے اور تم میں بادشاہ بنائے گئے اور تم کو وہ کچھ دیا کہ آجتک جہان میں کسیکو نہیں دیا گیا اے میری قوم اب تم ارض مقدسہ یعنی شام کو چلو جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے اور تم اس امر کے بجالانے سے پیٹھ نہ دکھاؤ۔ ورنہ تم نقصان اُٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰ وہاں تو ایک ظالم قوم رہتی ہے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم نہیں جائیں گے۔ اگر وہ نکل جائیں تو بیشک ہم داخل ہونگے ان خائفین میں سے دو آدمیوں نے جنپر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہا کہ اے لوگو تم دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو جاؤ گے اور جبکہ تم ایماندار ہو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ اُنھوں نے صاف صاف کہدیا کہ اے موسیٰ کہ جب تک وہ لوگ اس میں ہیں ہم تو کبھی بھی نہیں جائیں گے تو اور تیرا رب ہی چلے اور لڑائی کرتا پھرے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں (انا لن ندخلها ابدا ما داموا فيها فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون) تب موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسیکا مالک نہیں اس فاسق قوم اور ہم میں جدائی ڈالدے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب اس قوم پر چالیس برس تک اس مقدس و پاک زمین کو حرام کر دیا گیا ہے

یہ مارے مارے پھرینگے پس ان بدعہد لوگوں پر افسوس مت کر (قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون في الارض فلا تاس على القوم الفسقين)

ان آیات سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اپنے رسول کی عدول حکمی سے وہ مقہور رہے اُن کو چالیس سال کے لیے جلا وطن کیا گیا اور وہ مارے مارے جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتے رہے اُن میں علم رہا اور نہ دینی معلومات رہی ایک وحشیانہ اور جاہلانہ زندگی بسر کرتے رہے اس زندگی کو جس میں وہ اس حالت میں رہے اللہ تعالیٰ نے لفظ مُوْتُوْا سے تعبیر کیا ہے چالیس برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُنپر رحم کیا اور یوشع بن نون کو اُن میں رسول مقرر کر کے اُن کو اس وحشیانہ زندگی سے نکالا اور شریعت کے احکام سکھلا کر از سر نو زندہ کیا۔ دیکھو توریت کتاب یشوع نبی - باب اول تا باب ۔

یہ کوئی انوکھی بات نہیں تمام انبیاء حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو جو جہالت اور کفر کی ظلمت میں گرفتار تھے نور شریعت سے منور کر کے ایک نئی اور مطہر زندگی عطا کرتے تھے چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اسکی تصدیق فرمائی۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

یعنی اے ایمان دارو اللہ اور اُسکے رسول کی بات کو جب وہ تمہیں تمہارے زندہ کرنے کے لیے طلب کریں تو مان لیا کرو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مومن مرے ہوئے تھے جنکو بلا کر زندہ کیا جاتا تھا نہیں نہیں اُنکا جسم تو مرا ہوا نہیں تھا ہاں۔ اُن کی روح شریعت حقہ کی عدم موجودگی سے مری ہوئی تھی اور صرف شریعت کے احکام کو سُننا اور اُن پر عملدرآمد کرنا اُنکی روح کی زندگی کا موجب تھا۔

قرآن شریف کی آیت زیر بحث میں بھی اسی قسم کی موت اور حیات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ قوم خدا تعالیٰ کے قہر میں آگئی تھی اور اُنکو ایک بہت دور دراز عرصہ تک آبادی سے دور کیا گیا تھا۔ اور وہ اخلاقی زندگی سے بالکل محروم ہو چکے اور بے نصیب تھے جس سے اُنکی روح پر موت واقع ہو گئی تھی بالآخر یوشع بن نون کے ذریعہ ہدایت پاکر از سر نو زندگی میں داخل ہوئے

پانچویں آیت یہ ہے

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

اور جب تم نے ایک نفس کو مارا پس اُس نفس کشی میں تم نے نزاع حاصل کیا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرنے والا ہے پس ہم نے حکم دیا کہ اُسکی بعض باتوں کو بعض کے ساتھ مارو اور اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کیا کرتا ہے اور تمکو اپنے نشان دکھلاتا ہے تاکہ تم سمجھو اور عقلمندی اختیار کرو۔

اور اس آیت سے پہلے یہ ہے واذ قال موسیٰ لقومه ان الله يامركم ان تذبحوا بقرة قالوا اتتخذنا هزوا اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو اُنھوں نے جواب دیا کہ تو ہم سے کیا ہنسی اور تمسخر کرتا ہے۔

اب ان آیات کی شرح اور مطلب غور سے سنو۔ چونکہ اس قوم میں حماقت اور جہالت اور سرکشی و بیدینی گوسالہ پرستی اور گاؤ پرستی سخت درجہ کی تھی اس لیے موسیٰ کے اس کہنے پر کہ اللہ نے تم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے بے ایمانوں جاہلوں کی طرح حجت پیش کرنے لگے پہلے تو اُس صادق کے قول کو ہنسی اور ٹھٹھا تصور کیا یہ کیسی حماقت تھی کہ ایسا اولوالعزم نبی جس کی صحبت میں برسوں رہے ہزارہا نشانات دیکھے پھر جب وہی نبی ایک حکم خدا کا سناوے اور اللہ کا نام لے کر سناوے اور وہ یہ کہیں کہ کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے اللہ کے نام سے حکم پہونچانے میں ہنسی کو مدنظر رکھنا کسی جاہل ہی کا کام ہو سکتا ہے پھر گائے کی ماہیت رنگت اور خصوصیت کی بابت سوال کرتے رہے پھر اُن کی گستاخیوں اور متواتر سوالات کی وجہ سے آخر اُس صحیح و سالم خوشنما رنگ بیداغ گائے کا پتہ دیا گیا جس سے وہ کوئی کام نہ لیتے تھے بلکہ پرستش کیطرح عزت کرتے تھے اس ذبیحہ سے گائے کی پرستش اور اُسکی بیجا تعظیم کا دور کرنا مدنظر تھا گائے کے ذبح کرنے میں یہ ایک خاص مصلحت ہے کہ گائے پرست قوموں کو ہمیشہ کے واسطے نظارہ دکھایا جاوے کہ گائے خدا نہیں اگر خدا ہوتی تو اُس کے ذبح کرنے والے ہلاک ہو جاتے بلکہ کسی کا ہاتھ اُسکو کاٹ ہی نہ سکتا مگر جو لوگ بیعقلی کے ساتھ اسی وہمیت پر اُسکو معبود سمجھیں وہ گمراہ ہو جاتی ہیں کہ کوئی انسان کو خدا بنا لیتا ہے کوئی قبروں کو کوئی پتھروں کو کوئی چاند سورج اور ستاروں کو کوئی پہاڑ دریا یا سمندر کو الغرض بہت سی کج بحثیوں کے بعد اُنھوں نے گائے ذبح کی مگر ایسی بیدلی اور مجبوری کے ساتھ جس کا عدم وجود برابر تھا۔ (باقی آئندہ)

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

اس وقت اُس نے اس **سلسلہ** کو قائم کیا ہے تو جو لوگ اس میں اولاً داخل ہوتے ہیں ان کو قسم قسم کی تکالیف اُٹھانی پڑتی ہیں ہر طرف سے گالیاں اور دھمکیاں سُننی پڑتی ہیں کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ یہاں تک کہ ان کو کہا جاتا ہے کہ ہم تم کو ریاست سے نکالدینگے یا اگر ملازم ہے تو اس کے موقوف کرانے کے منصوبے ہوتے ہیں جس طرح ممکن ہوتا ہے تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں اور اگر ممکن ہو تو جان لینے سے دریغ نہیں کیا جاتا ایسے وقت میں جو لوگ ان دھمکیوں کی پرواکرتے ہیں اور امتحان کے ڈر سے کمزوری ظاہر کرتے ہیں

یاد رکھو

خدا تعالیٰ کے نزدیک اُن کے ایمان کی ایک پیسہ بھی قیمت نہیں ہے

کیونکہ وہ ابتلا کے وقت خدا سے نہیں انسان سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کی پروا نہیں کرتا وہ بالکل ایمان نہیں لایا کیونکہ دھمکی کو اس کے مقابلہ میں وقعت دیتا اور ایمان چھوڑنے کو طیار ہو جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صالحین میں داخل ہونے سے محروم ہو جاتا ہے یہ خلاصہ اور مفہوم ہے اس آیت کا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا فَاِذَا اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ

ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ **بزدلی** کو نہ چھوڑے گی اور استقلال اور ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک راہ میں ہر مصیبت و مشکل کے اٹھانے کے لیے طیار نہ رہے گی وہ **صالحین** میں داخل نہیں ہو سکتی + تم نے اس وقت خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ تم دکھ دیے جاؤ۔ تم کو ستایا جائیگا کیا کیا سُننی پڑتی ہیں۔ قوم اور برادری سے خارج کرنے کی دھمکیاں ملتی ہیں جو جو تکالیف مخالفوں کے خیال میں آ سکتی ہیں انکو دینے کو وہ موقع ہاتھ سے نہیں دیتے۔ لیکن اگر تم نے ان تکالیف اور مشکلات اور ان موذیوں کو خدا نہیں بنایا بلکہ **اللہ تعالیٰ** کو خدا مانا ہے تو ان تکالیف کو برداشت کرنے پر آمادہ رہو اور ہر ابتلا اور امتحان میں پورے اُترنے کے لیے کوشش کرو اگر اللہ تعالیٰ سے اسکی توفیق اور مدد چاہو تو میں تمہیں یقیناً کہتا ہوں کہ تم **صالحین** میں داخل ہو کر خدا جیسی **عظیم الشان** نعمت کو پا لو گے۔ اور ان تمام مشکلات

پر فتح پاکر دارالامان میں داخل ہو جاؤ گے۔

صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی شہادت کا واقعہ تمہارے لیے **اُسوۂ حسنہ** ہے **تذکرۃ الشہادتین** کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اُس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے۔ اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں کی بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اُسکو بزدل نہیں بنایا

اُس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔

عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور **کبھی نہیں مریگا**

اگرچہ اُسکو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن اس تھوڑی سی مدت میں جو وہ یہاں رہا اُس نے عظیم الشان فائدہ اُٹھایا + اسکو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے کہ اسکا مرتبہ و منصب بدستور قائم رہیگا مگر اُس نے اس عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ بھی پروا نہیں کی انکو ہیچ سمجھا یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شے کو جو انسان کو ہوتی ہے اُس نے مقدم نہیں کیا بلکہ **دین کو مقدم کیا** جس کا اُس نے **خدا کے سامنے** عہد کیا تھا کہ **میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا**۔

میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ اس پاک نمونہ پر غور کرو۔ کیونکہ اس کی شہادت یہی نہیں کہ اعلیٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہے جو اور بھی ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ **براہین احمدیہ** میں ۲۳ برس پہلے سے اس شہادت کے متعلق پیشگوئی موجود تھی۔ وہاں صاف لکھا ہے

شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَكُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

کیا اُس وقت کوئی منصوبہ ہو سکتا تھا کہ ۲۳ یا ۲۴ سال بعد **عبدالرحمٰن** اور **عبداللطیف** افغانستان سے آئینگے اور پھر وہ وہاں جاکر **شہید ہونگے**۔ وہ دل لعنتی ہے جو ایسا خیال کرے۔

یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ اور اپنے وقت پر آکر یہ نشان پورا ہو گیا

اس سے پہلے عبدالرحمٰن جو مولوی عبداللطیف شہید کا شاگرد تھا سابق امیر نے قتل کرایا۔

محض اس وجہ سے کہ وہ اس سلسلہ میں داخل ہے اور یہ سلسلہ جہاد کے خلاف ہے اور عبدالرحمٰن جہاد کے خلاف تعلیم افغانستان میں پھیلاتا تھا۔ اور اب اس امیر نے مولوی عبداللطیف کو شہید کرا دیا۔ یہ عظیم الشان نشان جماعت کے لیے ہے۔ اس پیشگوئی کے معنی اب مخالفوں سے پوچھو۔ کہ کیا یہ پیشگوئی صریح الفاظ میں نہیں ہے ؟ اور کیا اب یہ پوری نہیں ہو گئی ہے ؟

کیونکہ انگریزوں کے ملک میں تو کوئی کسیکو بے گناہ ذبح نہیں کرتا ہے

اس لیے یہاں تو اس کا وقوع نہیں ہونا تھا۔ اور علاوہ بریں ہماری تعلیم ایسی تعلیم نہیں تھی کہ کوئی اسکو پکڑ سکے۔ بلکہ یہ تعلیم تو امن کے پھیلانے والی ہے۔ پھر یہ پیشگوئی کیسے پوری ہوتی۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے اس نشان کے پورا کرنے کے لیے **کابل کی سرزمین کو مقدر کیا ہوا تھا** اور آخر ۲۴ سال کے بعد یہ پیشگوئی ٹھیک اسیطرح پوری ہو گئی جسطرح پہلے فرمایا گیا تھا۔ اس سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم**۔ یہ ایک قسم کی تسلی ہے یعنی جب ایسا معاملہ ہو تو غم نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنکو تم پسند کرتے ہو اور وہ اچھی نہیں ہوتی ہیں اور بہت سی ایسی ہوتی ہیں جنکو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ درحقیقت تمہارے لیے مفید ہوتی ہیں + یہ خدا تعالیٰ کا ارشاد بالکل سچ ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ اب وقت آنے والا ہے کہ اسکی شہادت کی حکمت کھلنے والی ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ اسوقت **چودہ آدمی** قید کیے گئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عبداللطیف کو ناحق شہید کرایا گیا ہے اور یہ **ظلم** ہوا ہے۔ وہ **حق** پر تھا۔ اسپر امیر نے ان آدمیوں کو قید کر دیا ہے اور ان کے وارثوں کو کہا ہے کہ وہ انکو سمجھا کر ایسے خیالات سے وہ باز آجائیں مگر وہ موت کو پسند کرتے ہیں اور اس یقینی بات کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے + اگر عبداللطیف شہید نہ ہوا ہوتا تو یہ اثر کسطرح پیدا ہوتا۔ اور یہ رعب کسطرح پڑتا۔

یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ نے کسی بڑی چیز کا ارادہ کیا ہے اور اسکی بنیاد عبداللطیف کی شہادت سے پڑی ہے۔ اگر مولوی عبداللطیف زندہ رہتے تو دس بیس برس تک زندہ رہتے تو آخر موت آجاتی۔ اور موت آنی ہے اس سے تو آدمی بچ نہیں سکتا۔ مگر یہ موت موت نہیں یہ **زندگی ہے** اور اس سے مفید نتیجے پیدا ہونے والے ہیں اور یہ مبارک بات ہے۔ دشمن بھی اگر خبیث نہ ہو تو براہین احمدیہ کی

پیشگوئی کو پڑھ کر اور اس کے اسطرح پوری ہونے کو دیکھکر اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اگر مفتری اور ساحر کو جھوٹا الہام بنا کر سنا دینا ہے تو یہ اثر استقامت کیوں ہو اور ۲۳ یا ۲۴ سال کے بعد ایک بات جو بطور پیشگوئی شائع کی گئی تھی کیوں پوری ہو جاتی ہے ؟ اس قدر عرصہ دراز تک تو انسان کو اپنی زندگی کی بھی اُمید نہیں ہو سکتی + اور پھر اسکے ماننے والوں میں اس قدر استقامت اور قوت ہے کہ بیوی بچوں تک کی پروا نہیں کرتا۔ مال اور جان کا خیال تک بھی نہیں کرتا

ایمان جیسی دولت پر سب کچھ قربان کرنے کو طیار ہو جاتا ہے ایک اہل بصیرت

اس سے نتیجہ نکالنے میں غلطی نہیں کریگا کہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور اسکے منشا ہی کے ماتحت ہے ایک سلسلہ جو خود اُس نے قائم کیا ہے اور آپ جسنے ایک نشان دیا ہے۔ اسی نے وہ قوت اور استقامت اس شہید کو عطا کی تا کہ اسکی شہادت اس سلسلہ کی سچائی پر زبردست دلیل اور گواہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے اب یہ نشان ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لیے ہدایت اور ترقی ایمان کا موجب ہوگا اور خدا چاہے تو اس کے آثار ابھی سے نظر آنے لگے ہیں۔

الاستقامة فوق الكرامة

مشہور بات ہے عبداللطیف کے اس استقلال اور نیز استقامت سے بہت بڑا فائدہ ان لوگوں کا ہوگا جو اس واقعہ پر غور کرینگے۔ چونکہ یہ موت بہت سی زندگیوں کا موجب ہونے والی ہے اسلیے

یہ ایسی موت ہے کہ ہزاروں زندگیاں اسپر قربان ہیں

پھر اس پیشگوئی میں **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ** جو فرمایا ہے یہ دشمنوں کے لیے ہے کہ تمہیں بھی کبھی مرنا ہی ہے موت تو کسیکو نہیں چھوڑے گی۔ پھر عبداللطیف کی موت پر جو موت نہیں بلکہ زندگی ہے تم کیوں خوش ہوتے ہو آخر تمہیں بھی مرنا ہے عبداللطیف کی موت تو ہمیشگی زندگی کا باعث ہوگی مگر تمہاری جان اکارت جائے گی اور کسی ٹھکانے نہ لگے گی۔

مولوی عبداللطیف کی شہادت اور استقامت کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ ۲۳ یا ۲۴ برس کی ایک پیشگوئی براہین میں موجود تھی جو پوری ہو گئی۔ اور یہ ہماری جماعت کے ایمان کو ترقی دینے کا موجب ہوگی علاوہ اسکے اب یہ خون اثر دکھانے لگا ہے اور اسکا اثر پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے جو ایک جماعت کو پیدا کر دے گا۔

ایک مولوی کی کرتوت

ایڈیٹر نور افشاں کے نام خط

مسلمانوں کے لیے رونے کا مقام

نئے سال کا تحفہ

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ تسلیم۔ آپکو نئے سال کے کئی تحفے آئے ہونگے مگر میں جو تحفہ خدمت عالیہ میں ابلاغ کرتا ہوں۔ یہ نہ صرف آپکے لیے بلکہ تمام مسیحی دنیا کے لیے کار آمد ہے۔ آپ کے خداوند یسوع مسیح کی شان جسکو ہم لوگ حضرت عیسیٰ کہتے ہیں۔ اس کا کچھ تذکرہ مسلمانوں کے فرقہ ناجیہ (جنکو نجات کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے) کے ایک پر جوش عالم فاضل ممبر نے اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں بیان کیا ہے آپ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق جو عقیدہ ظاہر کیا ہے چونکہ ان کے بیان کے موافق ان کا ماخذ تفاسیر میں اس لیے وہی عقیدہ غالباً تمام اہل سنت کو سمجھنا چاہیے کیونکہ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ فرقہ ناجیہ سے نکل گیا اور گمراہ ہوگیا اس کتاب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مقتدا و پیشوا اور افضل الانبیاء کہنے کو تو ضرور ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جو جو خوبیاں اور اوصاف حضرت عیسیٰ میں جمع کر دی تھیں وہ کسی دوسرے میں نہیں۔ بلکہ وہ ایک اعلیٰ اور خرق العادت ہستی تھی جو انسانی لباس میں ظاہر ہوئی۔ آپ گو خداوند یسوع مسیح کہتے ہیں مگر بعض باتیں ان کے متعلق ایسی بیان کرتی ہیں جو ان کی خدائی کی شان میں کچھ فتک سا پیدا کر دیتی ہیں مثلاً واقعہ صلیب کہ یہودیوں کے ہاتھ سے آپکے جسم مطہر و مقدس کو ایذا پہونچی۔ مولوی صاحب بلکہ فرقہ ناجیہ کے کل ممبر اتنی سی بات بھی گوارہ نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور صلیب پر آپ کا جسم مبارک چڑھایا جائے

* یہ خط ایک مولوی صاحب کا لکھا ہوا ہے ہم خوش ہیں کہ ہمارے محمدی بھائی اب یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ بائبل کو خدا کا کلام اور خداوند مسیح کو محمد صاحب سے افضل ماننے لگے ہیں ہمیں امید ہوتی ہو کہ وہ ایک قدم آگے بڑھکر مسیح کو نجات دہندہ قبول کرینگے۔ ایڈیٹر نور افشاں

تو بہ نستغفر اللہ۔ اگر حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو کیا ہوا اگر حضرت یوسف قید ہوئے تو کچھ پروا نہیں اگر دو تین پیغمبر قتل ہو گئے تو مضائقہ نہیں اگر ہمارے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ کا دندان مبارک جنگ میں شہید ہوا تو خیر۔ کیونکہ یہ سب بشر رسول تھے مگر حضرت عیسیٰ جو ملائکہ میں سے ایک فرد ہیں (دیکھو صفحہ ۱۳۰ شہادۃ القرآن) ان کیطرف صلب کی نسبت بھی کفر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہود کے ملعون ہونے کا سبب قولہم انا قتلنا المسیح فرمایا ہے کہ محض صلب و قتل کی نسبت بھی منع ہے۔ اور مسلمانوں میں جو ایسا اعتقاد رکھے اُسکا بھی یہی حکم ہے (دیکھو صفحہ ۶۴ - ۶۵) پھر حضرت عیسیٰ کی شان میں آیا ہے ومن المقربین اور عیسیٰ مقربوں میں سے ایک تھے غالباً مسیحی اور اکثر اہل اسلام بھی مقرب کا لفظ عام سمجھتے ہونگے مگر مقربین محض ملائکہ سے خاص ہے اور مراد ان مقربین سے ملائکہ مقربین ہیں (دیکھو صفحہ ۱۳۰) پس چونکہ ان کا قرب حسی۔ سماوی جسمی۔ محفوظ ہے اس لیے حضرت عیسیٰ بھی چونکہ ملائکہ میں سے ایک فرد ہوئے اسلیے اُن کا آسمان پر اللہ کے پاس بجسدہ ہونا ثابت ہوگیا (صفحہ ۱۳۰) لیجیے جناب اس سے یہ ثبوت بھی مل سکتا ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلعم بھی مقربین سے نہیں تھے ورنہ وہ بھی آسمان پر جاتے۔ ایک اور لفظ ہے وہ بھی حضرت عیسیٰ سے ہی خاص ہے چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں قرآن شریف میں خبر سعادت اثر و ایدناہ بروح القدس آپ ہی سے مخصوص ہے اور یہی تاثیر روح القدس ہی احیاء موتیٰ اور دیگر معجزات کا باعث ہوئی" (صفحہ ۱۲۴) آپ بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ اگر روح القدس اسلام کے رسول کو بھی ہوتی تو وہ بھی یہ معجزات دکھاتے اور آسمان کو اپنا مستقر بناتے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہم لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو "اکمل و افضل" صرف زبان سے کہتے ہیں کیونکہ ان کے دین اور خود ان کی رسالت کی تکمیل کا بہت کچھ اعتقاد حضرت عیسیٰ پر ہے چنانچہ ہر رسول کے لیے چار اوصاف کا ہونا ضروری ہے (دیکھو صفحہ ۱۳۳) ایک تو یہ ہے کہ اُسکے آنے کی کسی رسول نے پیشگوئی کی ہو چنانچہ حضرت عیسیٰ کی آمد کی پیشگوئی تمام انبیاء نے کی اور ہمارے رسول کریم کی جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے حضرت عیسیٰ نے کی۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ پہلی کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کرے یہ دو باتیں ہیں جو رسول عربی صلعم میں موجود نہیں ایک تو یہ کہ اس نے کسی اور آنیوالے

نبی کی پیشگوئی کی ہو اور دوسری یہ کہ اس رسول کی کوئی اور نبی آکر تصدیق کرے کہ واقعی وہ سچا رسول تھا۔ اب جبتک کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ آسمان سے نہ آئیں ہمارے رسول کے ان اوصاف کی تکمیل نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کو اپنی رسالت ثابت کرنے کیلیے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی ضرورت ہے اور دین اسلام کا پھیلنا بھی آپ ہی کی آمد پر منحصر ہے اور آنجناب کی آمد بھی کوئی معمولی آمد نہوگی فرشتوں کے بازووں پر حسب معلی نزول اجلال فرمائینگے اور بانی اسلام سے تو ساری عمر میں لاکھ دو لاکھ مسلمان ہوئے مگر آپ تمام دنیا کو ایک دین پر جمع کر دینگے۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف شہادت دی تو غضب ہی ہو جائیگا۔ مسیحی تو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی موت صلیب پر واقعہ ہو گئی مگر فرقہ ناجیہ زور دیتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا پہلے خیال پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ مرجانا ذوا لجلالی کے خلاف ہو اسلیے غالباً آخر الذکر کا یہ عقیدہ ہے امید ہو کہ ایڈیٹر صاحب انکو اس حکمت الٰہی (صلیب مرد بر صلیب) سے آگاہ فرمادینگے۔ پھر حضرت عیسے چونکہ آپکا مادہ فطرتی روح قدس کا تھا اسلیے آپ کو آسمان پر جگہ دیگئی اور آپ فوق اہل الارض کہلائے (دیکھو صفحہ ۱۰۱) ہائے افسوس اہل ارض میں ہمارے رسول صلعم بھی شامل ہیں کیونکہ آپکا جسم مدینہ میں مدفون ہے پس فوقیت عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت مسیحی دوستوں کو ملگیا اور مولوی صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ آپ کے حق میں آیۃ کا لفظ جو حق نے فرمایا ولنجعلہ آیۃ للناس تا ہم اسکو مسیح تمام لوگوں کے لیے آیۃ (نشان) بنائیں پس آپ کا وجود مبارک از سر تا پا ایک آیۃ ہونا چاہیے۔ اور اسکی تکمیل یوں فرمائی کہ پیدایش خرق عادت بے باپ پیدا ہوئے اور پیدایش کے ساتھ ہی نطق و بیان بلیغ پھر ان مریضوں کو شفا جنکے علاج سے اطبا عاجز ہوں (اندھے کو بینا اور کوڑھی کو اچھا کر دینا) معجزہ اعادہ حیات زندگی کو واپس لانا) خلق (زندگی کو پیدا کرلینا) صعود الی السماء (آسمان پر چڑھ جانا) پھر مسلمانوں کے نزول جس میں باوجود مرور زمانہ و گردش زمان کے متغیر و مستحیل ہونیسے آپکا محفوظ رہنا ثابت ہوتا ہے یہ سب باتیں ہیں (دیکھو صفحہ ۰) آپ سوال کرسکتے ہیں کیا قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں کسی اور نبی میں بھی جمع ہوئیں کیا مسلمانوں کے رسول صلعم میں بھی؟ جواب نفی میں ملیگا۔ پس میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ مذکورہ بالا اسلام مسیحیت کے بہت ہی نزدیک ہے اور دنیا میں کسی مذہب کے پیشوا حتیٰ کہ آپ کہہ سکتے ہیں خود اسلام کے مقتدا کو بھی یہ فخر حاصل نہیں ہے کہ دنیا کے کسی مشہور اور اعلیٰ مذہب کے لوگ ایکی نسبت ایسے اپنے نامعیاری روشنی بڑھکر اعتقاد رکھتے ہوں۔ افضلیت کا مسئلہ حل ہو چکا گو یہ لوگ اپنی زبان سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہی کو افضل

بتلاتے ہیں مگر یہ بیان بالا انکی تردید کر رہا ہے ایک فرق نمایاں رہگیا ہے کہ مولوی صاحب کے ہمخیال مسلمان حضرت محمد کو رسول مانتے ہیں اور مسیحی نہیں مانتے اور بس۔

اب دیکھیں کون غالب آتا ہے۔ آپکو خوشخبری کے پردہ بھی اٹھا جائے اخیر میں اتنا ایزاد کرنا چاہتا ہوں کہ رابعہ اور کلمۃ اللہ کا فخر بھی محض حضرت عیسیٰ ہی کو حاصل ہے اور آپ ہی کی والدہ ایسی عورت ہیں جسکے بارہ میں اللہ نے کہا تمہیں تمام جن و انس کی عورتوں پر فضیلت دی گئی کیا کسی اور نبی کو بھی یہ فخر حاصل ہے حضرت عیسیٰ بیان مندرجہ بالا کے مطابق بشریت سے تو نکل ہی چکے ہیں۔ اور خالق حیات۔ زندہ کرنیوالا۔ باوجود اسقدر زمانہ گذرنے کے بڑھنے سے علیحدہ۔ عالم الغیب۔ زندہ رہنیوالا۔ یہ سب اوصاف تو ثابت ہو چکے خدا جانے خدا آخر میں کیا تامل ہے آپ مہربانی سے حضرت مریم بتولکے شکم مبارک سے پیدا ہونے اور صلیب پر موت کے وقوع کی حکمت بالغہ سے ان لوگونکو اطلاع دیدیں پھر کامل اتحاد ہو جائیگا ایک اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ بعض مسلمان سمجھے بیٹھے ہیں کہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اگلے انبیاء پر احسان ہوکہ انکی نبوۃ کی صداقت کی شہادۃ دی اور خاصکر حضرت عیسے کو ان الزامات سے پاک کیا جو یہودیوں نے آپکی ولادت و معجزات وفات کے متعلق کیے تھے۔ مولوی صاحب مصنف شہادۃ القرآن نے اس پردہ کو بھی اُٹھا دیا ہے اور یہ لاینحل مسئلہ حل کر دیا ہے دیکھو صفحہ ۱۰۱ تفسیر ومطہرک من الذین کفروا اگر کوئی کہے کہ یہ تطہیر از طعن رسول اللہ صلعم کی معرفت قرآن شریف میں کی گئی ہے اسلیے یہ عقیدہ درست ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی معرفت کوئی مستقل طور پر برات ذکر نہیں کیگئی بلکہ جو کچھ ہے وہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کو نقل کیا گیا ہے (گویا قرآن شریف نقل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا راقم) لہٰذا اصل برات خود عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس وعدہ سے ظاہر ہو چکی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی فعل بالاستقلال ناقل اور معید کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اس میں اپنے پہلے کے تابع ہوتا ہے (گویا اسمیں باقی اسلام حضرت عیسیٰ کے تابع ہے راقم) اس عبارت سے بہت سی باتوں کا فیصلہ ہوگیا ہے اور اب کسی مسلمان کا زہرہ نہیں کہ مسیحیوں پر اپنے رسول صلعم کا احسان جتلا سکے۔ پس اے مسیحیو تم خوش ہو اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارکبادیں دو۔ کہ چونکہ یہ کتاب اردو میں ہے اس لیے کسی مسلمان کو آپ کے خداوند پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ رہے گی +

راقم بنی نوع انسان کا خیر خواہ +

ایڈیٹر الحکم ہم اسپر اگلی اشاعت میں ان شاء اللہ ریمارک کرینگے۔

نوٹ عـہ غالباً مسیح کے خلق حیات کے مسیحی قائل نہیں یعنی مٹی کے پرندے بناکر ان میں جان پیدا کرنا۔ ۔۔ ایڈیٹر نور افشاں

[illegible]

عیسائی مذہب جان کندنی کی حالت میں ہے

عیسائی مذہب جان کندنی کی حالت میں ہے اس فقرہ کو سنکر میرے ناظرین چونک اُٹھیں گے۔ کیا وہ عیسائی مذہب جسکے پھیلانیکے لیے دنیا میں اسوقت لاکھوں آدمی کام کر رہے ہیں اور اربوں روپیہ سال میں ٹھیکریوں کیطرح خرچ کیا جاتا ہے کیا وہ عیسائی مذہب جان کندنی کی حالت میں ہو سکتا ہے؟ لیکن ان ظاہری آڈمبروں کے اندر ایک سپرٹ کام کر رہی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب کچھ دنوں کا ہی مہمان ہے ہمعصر ایڈووکیٹ لکھنؤ کے کالموں میں لنڈن کے نامہ نگار کا خط مطبوعہ اخبار ۴ا جنوری قابل غور ہے نامہ نگار لکھتا ہے " مجھے بمجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ نہ صرف عیسیٰ کی پیدائش کے مسئلہ کی نسبت ہی بلکہ اُس کی پیدائش اور موت کے مسئلہ کی نسبت رفتہ رفتہ خیالات کی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ گرجا عیسائی چرچوں پر اثر کار روز بروز زیادہ سے زیادہ ہو رہا ہے " اس کے بعد یہ ظاہر کرکے کہ عام بازاری آدمی مسیح کی شخصیت اور اُس کی قربانی اور اُس کی کنواری سے پیدائش اور موت سے اُٹھنے وغیرہ کے مسئلوں کو باریک بینی سے نہیں دیکھتا کیونکہ اُس کے لیے اُسے فرصت نہیں ہے لیکن جبکہ اُسکے مذہبی لیڈر اور معلم خود اُن مسئلوں سے کنارہ کر رہے ہیں جنپر کہ اُسکا اعتقاد مبنی تھا تو بیچارہ نیک نیت عیسائی کیا کرے۔" پچھلے دنوں میں شہر اورسیسٹر کا ایک معزز پادری اسلیے اپنا استعفا بھیجدینے پر مجبور کیا گیا کہ اُسنے ایک طرح مسیح کی کنواری سے پیدائش کے مسئلہ کے برخلاف وعظ کیا تھا لیکن یہ امر زیادہ تر قابل غور ہے کہ جس معاملہ کی طرف مینے اشارہ کیا ہے اُس میں پبلک کی ہمدردی عام طور پر علحدہ کیے ہوئے پادری کے ساتھ ہے جس لوامیں کہ وہ کام کرتا تھا وہاں کے بہت سے ذی اقتدار آدمیوں کی طرف سے اسے دعوت دی گئی ہے کہ وہ ایک آزاد کرسچین چرچ میں اپنا وعظ جاری کرے جو اس کے دوست اُس کے لیے طیار کر دینے پر رضا مند ہیں "۔ اس کے بعد نامہ نگار ظاہر کرتا ہے کہ ڈاکٹر مارٹن ڈاکٹر کلفرڈ اور ریورینڈ آر جے۔ کیمبل سے مشہور واعظ بھی برابر مسیح کی کنواری سے پیدائش کے مسئلہ کی مخالفت کرتے ہیں اور بجائے اُسکو خدا بیٹا ظاہر کرنے کے اُسکی انسانیت پر زیادہ تر زور دیتے ہیں اور خاتمہ پر اپنی رائے دیتا ہے کہ جس بہرانہ بہاؤ کا پرچار مسیح کرنا چاہتا تھا باوجود ایسے بعید از قیاس مسئلوں کو ماننے کے بھی دو ہزار برس گذرنے پر اس بہرانہ بہاؤ کا ویسا ہی ابھاؤ چلا آتا ہے یورپ میں اسوقت جو ہل چل عیسائیت کے خیالات کی تبدیلی کے متعلق پیدا ہو رہی ہے اسپر وچار کرنا ہر ایک وچار شیل انسان کا فرض ہے۔ میں مانتا ہوں کہ جس کوٹ پتلون اور طرز معاشرت اور علم ادب کا تعلق اسوقت عیسائی دنیا کے ساتھ ہے اُسکے رواج کو ترقی ہو رہی ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ عیسائیت یعنی عیسائی مذہب کے بنیادی خیالات مضبوط ہو رہے ہیں بلکہ میرا خیال ہے کہ یہ ظاہری واکی عیسائی پادریوں کو غفلت کی نیند سلاکر عیسائی مذہب کے اصلی خیالات کا خاتمہ کر دیگی اسوقت ہندوستان میں بھی پچاس فیصدی کے قریب یورپین دل سے ناستک ہیں۔ لیکن جب دسمبر کے مہینہ میں کرسمس کی تعطیل ہوتی ہے سب کے سب ملکر جشن منانے میں مشغول ہو جاتے ہیں کہاں سکو اسلیے عیسائی سمجھ لینا چاہیے کہ وے اُسکو مسیح کی پیدائش کا دن سمجھکر جشن مناتے ہیں؟ ہرگز نہیں یہی حالات آجکل ہندو ازم کی بھی ہو رہی ہے ہندو لوگ اپنے قومی تہواروں کو ترقی دیکر سمجھ رہے ہیں کہ وہ ہندو ازم کو زندہ کر رہے ہیں لیکن سچائی کو دبانیکی طاقت کس میں ہے۔ (پرچارک)

اب دنیا پکار اُٹھی ہے کہ عیسائی مذہب ہلاک ہو رہا ہے یہ مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت ہے

(ایڈیٹر)

دارالامان کا ہفتہ

۱- اعلیٰحضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بسبب اعلا بدستور کھانسی کی وجہ سے ناساز ہے۔ خاندان رسالت میں ہر طرح سے خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔

۲- بزرگان ملت خیریت سے ہیں اور خدمۃ دین میں مصروف۔

حضرت حکیم الامۃ کا جواب ترک اسلام ختم ہو چکا ہے پریس میں اُسکا کچھ حصہ طبع ہونا باقی ہے۔

۳- فاضل امروہی کا جدید رسالہ الشہادتین بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر البدر نے چھاپا ہے اور ہمارے پاس بغرض ریویو بھیجا ہے۔ اس رسالہ میں سورۃ یٰسین سے اخوند زادہ حضرت مولوی عبد اللطیف شہید رضی اللہ عنہ کی شہادت کو ثابت کیا ہے۔ اسکے لیے اتنا ہی لکھدینا کافی ہے کہ فاضل امروہی نے یہ رسالہ لکھا ہے اسکی قیمت ۱ بابو محمد افضل صاحب سے ملیگا۔

۴- ایک اور رسالہ القول الصحیح جو ۲۰ صفحہ پر شائع کیا گیا ہے ہمارے پرانے لاہوری پنجابی شاعر شیخ ہدایت اللہ صاحب کی تصنیف ہے جو اردو و نظم میں حضرت اقدسؑ کے متعلق ہے بابو صاحب موصوف سے ارمغنت پر ملیگا۔ ایک روپیہ کے خریدار کو ۲۰ نسخے۔

یاد دہانی

سالگذشتہ کے آخری نمبر میں تعلیم الاسلام کالج کے متعلق تحریک کرتے ہوئے سو روپیہ ماہوار کے ۲۵ وظائف کی درخواست کی تھی اور ایک وظیفہ خود پیش کیا تھا۔ ہمیں خصوصیت کے ساتھ جناب نواب محمد علیخان صاحب کے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے التماس کی گئی تھی کہ وہ ملکر دو وظائف دیں مگر تعجب ہے کہ ابھی تک اسپر توجہ نہیں ہوئی۔ کالج اور مدرسہ کے سٹاف سے کم از کم دو وظیفے تو ملنے چاہئیں اور نواب صاحب کے پرسنل سٹاف میں سے تو تین چار وظائف مل سکتے ہیں۔ اگر کوشش کی جاوے۔

ہمارا مقدمہ اور ہمارے ہمعصر

مقدمہ ۲۰۴ کے فیصلہ کے متعلق ہم کسی قدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ بعض شتابکار اور حیلہ باز ہمعصروں خصوصاً پیسہ اخبار نے جو اسپر لکھا ہے اُسپر کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ ہم بہت ہی مختصر سا نوٹس لینا چاہتے ہیں اور وہ بھی محض اسلیے کہ کسی سعادتمند کو فائدہ پہنچے ورنہ تاریکی کے فرزند ہمیشہ روشنی اور نور کے فرشتوں سے عداوت کرتے ہی رہے ہیں اور اُنکی تیرہ و تار نظر میں حُسن بھی بدنما ہی معلوم ہوتا ہے۔ پیسہ اخبار اگر لکھنا چاہتا تھا تو وہ منہاج نبوۃ کو مدنظر رکھکر مقدمہ کی اصلیت پر غور کرتا اور بدیر سے فیصلہ پڑھتا۔ پھر اسے معلوم ہو جاتا کہ کیا سیف چغتائی عدالت کے اس فیصلہ سے کہ خطوط مندرجہ الحکم کرم دین کے ہیں کرم دین ہی کے بیان کے موافق (جو ان خطوط میں ہے) فیضی کے نوٹوں کا سرقہ نہیں ہے اور کیا کرم دین اپنے حلفی بیان میں ان خطوط کا منکر اور مجسٹریٹ کا فیصلہ اسکے خلاف نہیں ہے؟ ہم جب اس مقدمہ کی روئداد شائع کرینگے اُسوقت ان شاء اللہ اس امر پر بڑی تفصیلی بحث کرینگے۔ اور فیصلہ بھی جلد شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ کرم الدین اسکے گواہان کی صفائی کے بیانات بھی لکے سے ضروری حصے درج کرینگے فی الحال پیسہ اخبار ہماری گذشتہ تحریروں کے موافق ذرا غور کرکے تو کچھ کہے۔

ہاں مشرق الاقصیٰ صحیح نہیں	پیسہ اخبار اپنے ۱۳ ار جنوری کی اشاعت میں کیا مشرق الاقصیٰ صحیح

نہیں ہے؟ کے عنوان سے قریباً پورا کالم اخبار کا سیاہ کرتا ہے۔ اور ریاض الاخبار کے اعتراض پر بہت کچھ جھنجھلاتا ہے جسنے لکھا ہے کہ یہ صحیح ترکیب نہیں ہے اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں لیکن میں صاف کہتا ہوں کہ یہ اسکی عربی سے ناواقفیت کی دلیل ہے اگر وہ کچھ بھی عربی جانتا یا عربی تراکیب سے اسکے کان آشنا ہوتے تو وہ مشرق الاقصیٰ ایسی بدیہی اور پاکیزہ لفظ کو دیکھکر کبھی نہ چونکتا خاص قرآن شریف میں یہ ترکیب جابجا استعمال کی گئی ہے سورۃ انفال میں ہے اذا انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصویٰ۔ کیا مشرق الاقصیٰ یا عدوۃ القصویٰ کی ترکیب میں کوئی فرق ہے مگر مجھے یقین ہے کہ وہ اسکو بھی نہ سمجھے گا کاش وہ مسجد الاقصیٰ ہی کا خیال کرتا جو ہندوستان کے مسلمان بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔

کاش پیسہ اخبار کا لائق عربی دان ایڈیٹر منشی محبوب عالم اس سوال کا جواب ہی نہ دیتا تو اسکی عربی دانی مصر و شام کی سیاحت کی عربی بول چال کے مصنف ہونے کی حیثیت سے وقعت قائم رہتی مگر اب مشرق الاقصیٰ کی ترکیب کو صحیح قرار دیکر یہ از طشت از بام ہوگیا کہ اگرچہ آپ نے مصر کی سیر بھی کی مگر

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

کے مفہوم کے موافق آپ عربی سے ویسے ہی کورے ہیں جیسے تھے + اور تعجب ہے کہ اسی پر نہیں بلکہ قرآن کریم کی تراکیب والیب کے عالم ہونیکا بھی آپ کو ادعا ہے اور ایک آیۃ اپنے دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں جو افسوس ہے کہ ان کے مفید مطلب نہیں۔ وہ ذرا آنکھیں کھولکر پڑھیں کہ العدوۃ القصویٰ شاید آپ نے قرآن شریف کی اصلاح کی فکر کی ہوگی؟ ایک مشکل اور ہے کہ پیسہ اخبار کے سٹاف میں بہت سے اڈیٹر (بقول پیسہ اخبار) عربی انگریزی دان ہندو و مسلمان وغیرہ کام کرتے ہیں معلوم نہیں یہ نوٹ خود بدولت منشی محبوب عالم صاحب نے لکھا ہے یا کسی عربی دان ایڈیٹر نے پیسہ اخبار لکھدیگا کہ محبوب عالم نے نہیں لکھا مشرق الاقصیٰ کی ترکیب بالکل غلط ہے اور اگر پیسہ اخبار چاہے گا تو ہم اسپر مفصل لکھدینگے بالفعل اتنا ہی پوچھتے ہیں کہ پیسہ اخبار میں مشرق الاقصیٰ بطور ترکیب اضافی استعمال ہوتا یا بطور ترکیب توصیفی؟ اگر ترکیب اضافی ہے تو یہ ہمیشہ ترکیب ہے اگر توصیفی تو نحوی طریق پر غلط ہے + شاید پیسہ اخبار اسکے ماننے کو طیار نہ ہو اسکے ثمرہ میں ہمکو بھی اسی لب و لہجہ سے مخاطب کرے جس سے اسنے وطن کو

اسکی غلطی بتانیکے وقت کیا تھا۔ تاہم پیسہ کی صاف دلی کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ اپنی اس غلطی کا اعتراف کرتا ہے یا اسپر کچھ اور حاشیہ چڑھاتا ہے۔ ہمکو نہایت افسوس ہے کہ پیسہ جہاں گرد ایڈیٹر نے یہ نوٹ لکھکر اپنی علمی پردہ دری کرلی اگر وہ نہ لکھتا اور چپ رہتا تو اسکے لیے اچھا ہوتا مگر نہیں وہ خاموش کیوں رہتا؟ اسکو تو اپنی قابلیت علمی۔ عربی دانی اور قرآن دانی کا نمونہ دکھانا تھا وہاں منشی محبوب عالم صاحب مسجد اقصیٰ کا تشا بہ مسہ اخبار سٹریٹ [illegible] ہمکو معلوم نہ تھا کہ پیسہ اخبار ہندوستان یا پنجاب کے بچے بچے کی زبان پر ہے [illegible]

حضرت حجۃ اللہ امام الملت کے مکتوبات

مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کے نام

یہ خط اُن دنوں مولوی صاحب کے نام لکھا گیا تھا جب وہ اس سلسلہ عالیہ کیطرف توجہ رکھتے تھے اور حضرت حجۃ اللہ کے دعاوی کے خلاف انھوں نے زبان نہ کھولی تھی اور پوری یکسوئی بھی نہیں کی تھی۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی

مکرمی اخویم مولوی احمد اللہ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ افسوس کہ مجھے دہلی سے واپس آنے کے وقت آپ سے ملاقات کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ ہر چند ارادہ تو تھا کہ چند روز آپ کی ملاقات کے لیے امرتسر میں ٹھہر جاؤں مگر اہل و عیال میرے ساتھ تھے اور میں بوجہ مرض خارش مجبور تھا اس وجہ سے ٹھہر نہ سکا۔ اور یہجگہ آکر بیماری خارش اسقدر ترقی کر گئی کہ ابھی سفر کرنے سے بکلی مجبور ہوں با اینہمہ آپ کی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے اور تمنائے قلبی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو کر بعض امور واجب الاظہار آپکی خدمت میں عرض کیے جائیں لیکن بوجہ سخت مجبوری بیماری مذکورہ کے امرتسر میں جا نہیں سکتا اور چونکہ خارش امراض مزمنہ میں سے ہے اس لیے معلوم نہیں کہ کب تک اس سے شفا حاصل ہو۔

آج غلبہ شوق ملاقات کی وجہ سے اور نیز بنظر محبت و اخلاص آنمکرم کے یہ خیال آیا کہ اگر آنمکرم کو اسی جگہ آنے کی تکلیف دوں تو امید قوی ہے کہ تشریف آوری سے دریغ نفرماوینگے لہٰذا مکلف ہوں کہ براہ مہربانی صرف تین چار روز کے لیے ضرور تشریف لاویں آپ کی آمد و رفت کا خرچ میرے ذمہ ہوگا محض مصلحت دینی کی وجہ سے آنمکرم کو تکلیف دیتا ہوں کیونکہ دیکھتا ہوں کہ تقویٰ جو راس الخیرات ہے آنمکرم میں پایا جاتا ہے اور ہر ایک امر دینی فہم اور فراست اور درایت کا تقویٰ پر موقوف ہے اگر کسی انسان میں تقویٰ موجود نہ ہو تو اگرچہ وہ اُنہی کتابوں سے لدا ہوا ہو کہ جیسی قدر ریل گاڑی میں لکڑی وغیرہ لادی ہوئی ہوتی ہے تب بھی وہ کتابیں بغیر تقویٰ کے اُسکو کچھ مفید نہیں ہو سکتیں جیسا کہ یہودیوں میں بہت سے علما ایسے تھے کہ توریت کی آیت آیت اُن کو حفظ کی طرح تھیں لیکن چونکہ اُن میں تقویٰ نہیں تھا اس لیے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُن کا نام علماء ربانی نہیں رکھا بلکہ اُن کو اس لائق بھی قرار نہیں دیا کہ انسان کے نام سے موسوم کیے جائیں غرض بجز کمال جوہر تقویٰ کے صرف علم رسمی کی اُنکو کسی کام نہیں آتی۔

آجکل اکثر لوگوں کی آنکھوں پر جسقدر تاریکی و بدظنی و بدگمانی چھا گئی ہے اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو اُسکا باعث بجز ترک تقویٰ اور کوئی چیز نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسیکو چوری کرتے ہوئے دیکھا تھا اُسکو کہا کہ کیا تو چوری کرتا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں چوری نہیں کرتا تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلایا اور تیری تصدیق کی۔ سو انھوں نے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھکر پھر صرف اُسکے قسم کھانے پر کیوں اُسکو محل سرقہ سے بری قرار دیا اس کا یہی سبب تھا کہ اُس نبی معصوم کی آنکھیں تقوے کے کحل الجواہر سے مکحل تھیں سو اُس نے نہ چاہا کہ ایک شخص کو اللہ جل شانہ کی قسم کھاتے دیکھکر پھر اُس قسم کو ذلت اور خواری کی نظر سے دیکھے لیکن اسجگہ اس عاجز نے ان موجودہ علما کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمت اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوۃ کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ معجزات کا منکر ہوں اور نہ لیلۃ القدر اور معراج اور ملائکہ کے وجود کا انکاری اور نہ کسی دوسرے عقیدہ اسلام سے برگشتہ ہوں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے انکی آنکھوں میں اس عاجز کی اُس چور جتنی بھی قدر نہیں جو مسیح علیہ السلام کی آنکھوں میں تھا اس کا انصاف روز قیامت ہوگا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ مگر ان لوگوں نے بغیر اسکے کہ میرے حالات کا ان کو پورا علم ہوتا یوں ہی کافر کافر کا شور مچا دیا اور ہر چند میں نے ہزارہا دفعہ ان کے روبرو شہادت دی کہ میں کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل اور مقر ہوں اور ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ و مرفوعہ متصلہ میں درج ہیں اور قبلہ کیطرف نماز پڑھتا ہوں لیکن ان علما نے میرے اس بیان کی بھی کچھ پروا نہیں کی۔ بعضے یہ بھی کہا کہ اگر میری کسی تالیف میں کچھ ایسا کلمہ ہے جو آپ لوگوں نے عقیدہ حقہ اسلام کے مخالف سمجھ لیا ہے تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے میری تالیف کا منشا وہی ہے جو میں اپنے اشتہارات کے ذریعہ سے شایع کر چکا ہوں اور اگر کوئی آدمیت اور طالبیت سے میری کتاب کے مواضع معترض علیہا میرے سامنے پیش کرے تو میں چند منٹ میں اسکو مطمئن کر سکتا ہوں میری تالیفات میں کوئی امر مخالف اسلام نہیں بلکہ ہر ایک جگہ اصل عقیدہ اسلام کو مسلم رکھکر نکات کشفیہ اور معارف روحانیہ کا بیان ہے لیکن افسوس کہ یہ علما میرے یہ تمام بیانات سنکر صرف یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں تو کفر ہے اور زبان پر ایمان گویا انھوں نے دلکو چیر کر دیکھ لیا ہے۔

بعض یہ آیت پڑھ کر سناتے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ

اور نہیں جانتے کہ یہ تو بجانب اللہ بذریعہ وحی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بعض پہنانی کفار کی خبر دی گئی تھی مگر ان بوالہوسوں پر تو کوئی وحی نازل نہیں ہوئی ان کو تو یہ آیت یاد رکھنی چاہیے جس میں لَسْتَ مُؤْمِنًا ہے غرض ان امور کی بخوبی اطلاع دینے کے لیے اور نیز بعض خاص مسائل متعلقہ اپنے پر مطلع کرنے کے لیے آنمکرم کو تکلیف دیتا ہوں کیونکہ میں دلی یقین سے خیال کرتا ہوں کہ جن امور کو آنمکرم بانشراح صدر سمجھ لیں گے اُن کا دوسرے اُنکے دلوں پر ڈالنے کے لیے پوری پوری کوشش عمل میں لائیں گے سو آپ خالصاً للہ یہ سفر چند روز کے لیے اختیار فرماویں

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

از قادیان ۱۲ نومبر ۱۸۹۱ء

سید محمد عسکری صاحب کے نام

میری زندگی صرف احیاء دین کے لیے ہے اور میرا اصول دنیا کی بابت یہی ہے کہ جب تک اُس سے بکلی منہ نہ پھیر لیں ایمان کا بچاؤ نہیں۔ راحت و رنج گذرنے والی چیزیں ہیں اگر ہم دنیا کے چند دم مصیبت و رنج میں کاٹیں گے تو اُس کے عوض جاودانی راحت پائیں گے۔ بہشت انہیں کی وراثت ہے کہ جو دنیا کے دوزخ کو اپنے لیے قبول کرتے ہیں اور لذات اور عیش و عشرت دنیوی کے لیے مرے نہیں جاتے۔ دنیا کیا حقیقت رکھتی ہے اور اس کے رنج و راحت کیا چیز ہیں جب کو آخرت کی خوشحالی کی خواہش ہے اُسکے لیے یہی بہتر ہے کہ تکالیف دنیوی کو بانشراح صدر اُٹھاوے۔ اور اس ناپکار گھر کی عزت اور ذلت کو کچھ چیز نہ سمجھے یہ دنیا بڑا دھوکا دینے والا مقام ہے جسکو آخرت پر ایمان ہے وہ کبھی اس کے غم سے غمگین اور اس کی خوشی سے خوش ہوتا ہے۔ والسلام

۲ فروری ۱۸۹۱ء

مولوی احمد الدین صاحب کے نام

از عاجز عائذ باللہ الصمد احمد۔ بخدمت اخویم مولوی احمد الدین صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ مخلص رسید و از مفتح باد کہ مفتح باب رحمت الٰہی بیک طریقہ نیست کسی را بروزہ و نماز مے کشند و دیگرے را بصدقہ و خیرات یا عملی دیگر راہ میدہند غرض وسائل قبولیت بحضرت احدیت مختلف افتادہ اند۔ و این احقر بتائید دین و قلع و قمع مذاہب شیاطین مامور است و ہمیں کار و خدمت لذت و کشائش مے یابد و ہمیں سیرت را از دیگر کسان نیز دوست میدارد و میخواہد کہ از ندامت ان گروہ ہیں کہ بدون خود سرو کار رمیدہ اند و از غریبان ضلالت و معصیت دلگی دست کشیدہ اند بچو ابنیا و بتعلیم عباد اللہ مشغول شوند و از بہر اعلاء کلمہ اسلام جان و مال و عزت و آسائش را فدا کنند کہ در حالت موجودہ زمانہ ہمیں اعظم عبادات است۔ بفکر خود مبتلا ماندن و از فکر برادر خود بکلی رو تافتن نامردی و نااہلی ہست۔ پس مذہب ما ہمیں است کہ ذکر یافت و ہم مریداں ماموریم و خورسندیم و ہر کہ براہ ما قدم زدن اشتیاقی دارد بر فی الحقیقی نزد ما راہمیں خدمت سپردہ اند کہ با مخالفین دین متین مناظرہ و مجادلہ کنیم و بدیشان حجت الٰہی باتمام رسانیم و کسیکہ چنین سیرتے و خصلتے ندارد گو زاہد و متقی باشد یا عابدے یا گوشہ نشینی یا چلہ کشی او با ما مناسبتے ندارد و از ما نیست و کل حزب بما لدیہم فرحون و من یعیش اللہ یعیش۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۹۱ء

مولانا نور الدین صاحب کے نام

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے استفسار کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ اصل علاج حزن کا ترقی معرفت ہے اللہ جل شانہ کا یہی قانون قدرت ہے کہ

مختصر نوٹ اور نکات

ہمیں المجلس کے حوالے سے روزانہ پیسہ لکھتا ہے کہ کسی قوم کی ترقی تب تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر ایک خاندان کی اصلاح نہ ہو اور خاندان کی اصلاح تب تک نہیں ہو سکتی جب تک عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں اور عورتوں کی تعلیم تب تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ خاوند اپنی بیویوں کو باپ اپنی بیٹیوں کو۔ بھائی اپنی بہنوں کو تعلیم نہ دیں۔

تعلیم نفس الامر میں ایک عمدہ شے ہے لیکن مطبوعہ قاعدہ کلیہ کے وہ موجب اصلاح نہیں ہو سکتی + یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی کتاب مجید اصلاح کا طریق مدرسوں کا اجرا یا مستورات کی تعلیم قرار نہیں دیتی ہے بلکہ اہم ترقی پر چڑھنے کے جو اسباب قرآن کریم نے پیش کیے ہیں اور جنکو عمل میں لا کر مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت میں رہ کر تجربہ کر لیا تھا کہ فی الحقیقت ان سے بہتر کوئی نسخہ کامیابی کا نہیں ہے۔ انکی طرف افسوس سے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو توجہ نہیں ہے اور جب توجہ دلائی جاتی ہے تو اسپر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں

یا لیت قومی یعلمون

ہم کہاں خاموش ہو رہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قوم کو اپنے درد کی شناخت کی توفیق دے اور وہ اس کے حقیقی علاج کی طرف متوجہ ہو۔

قرآن کریم قوم کی ترقی کی جڑ تقویٰ بتاتا ہے اور کسی قوم کے تنزل و ترقی کی تہ میں ایک ہی اصل کام کرتی ہے جو ان پاک الفاظ میں ادا ہوتی ہے۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

اور پھر اس کی تفصیل مختلف مقامات میں مختلف طرز پر ہوتی ہے۔ تبدیلی قوم کا وہی رنگ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے جس قسم کا وہ خود اختیار کرتی ہے یعنی اگر قوم اسباب تنزل سے پنجہ مارتی ہے تو ادبار قومی نصیب ہوتا ہے اور اگر طریق تقویٰ سے تمسک کرتی ہے تو وہ اسکی ترقی کا زینہ ٹھہرتا ہے۔ پس ترقی یا تنزل کی تہ میں اصل تبدیلی کام کرتی ہے۔ ایسے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ پاک تبدیلی نہ کرے **پاک تبدیلی** نہیں ہو سکتی جب تک ان میں کوئی **صاحب کشش** اور **صاحب قوت قدسی** وجود موجود نہ ہو + جو اپنی پاک صحبت کی تاثیروں اپنی دعاؤں اور عقد ہمت اپنے پاک نمونہ سے حیرت انگیز تبدیلی کر دیتا ہے۔ یہ ہے اصلاح کا **کامل طریق** جسکو اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش سے تجویز فرمایا ہے۔

جبکہ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جبتک کہ وہ پاک تبدیلی نہ کرے اور پاک تبدیلی نہیں ہو سکتی جبتک **صاحب کشش وجود** سے جو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق رکھتا ہو اور اسکی طرف سے اصلاح کے لیے مامور ہوا ہو تعلق نہ ہو؟ تو پھر اسوقت اصلاح کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود سے سچا تعلق ہو۔

اور جب قوم ترقی کرے گی تو اسی ایک راہ سے کیونکہ یہی وہ راہ ہے جسکو خدا نے پسند فرمایا ہے

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قوم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

افسوس ہے کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے! اور زمین ضرورۃ ضرورۃ بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے! اے بدبخت قوم! اٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بےعزت کیا گیا وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا وہ ناپاکوں میں لکھا گیا

تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی

اب سمجھ

کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو انا الموجود کی آواز آئے۔

ایک مرتبہ ہمارے ایک مخالف نے ہمسے کہا کہ تمہارے اور عام مسلمانوں کے درمیان اتنا فرق ہی کافی ہے کہ عام مسلمان آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں اور تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کو بھی نبی مانتے ہو۔ اسپر ہمنے کہا کہ تم نے غلط کہا۔ اصل یہ ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور تم مسیح ابن مریم کو۔ کیونکہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ نبوۃ کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا اور قرآن شریف ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حقیقی نبوت اور مستقل نبوت کے دروازے بکلی بند ہیں لیکن خونی مہدی اور خونی مسیح کے منتظر یہ مانتے ہیں کہ نہیں! مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی کے لیے ایک کھڑکی کھلی ہے۔ جب انکا یہ اعتقاد ہے تو جواب دو۔ کہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد حقیقی نبی آگیا اور خاتم الکتب قرآن کے بعد مستقل وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو ختم نبوت کیونکر ہوا؟ کیا نبی کی وحی وحی نبوۃ ہو گی یا کچھ اور۔ یا مسیح منصب نبوت سے معزول ہو کر آئے گا؟ اس سوال پر ہمارے مخالف کو تو کوئی جواب نہیں آیا + سلیم الفطرت ناظرین بھی غور کریں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین احمدی قوم مانتی ہے یا بدنصیب مخالف!!!

ہمارے ایک محسن مخدوم کے ہاں ایک ریاست کے مشیر اعلیٰ مہمان تھے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اثنائے بیان میں ایک احمدی نے فرمایا کہ جناب مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے میں یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوۃ سے انکار کرنا پڑے گا اور یا یہ کہ مسیح ابن مریم کو منصب نبوت سے معزول ماننا ہوگا۔ اسپر مشیر اعلیٰ نے نہایت متانت اور بخیال خویش پر معنی الفاظ میں فرمایا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی اگر نبی ہی رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہو جاوے تو اس سے اس کی کوئی کسر شان نہیں!

ممکن ہے مشیر اعلیٰ صاحب کے نزدیک کوئی حرج نہ ہو کہ **ایک نبی منصب نبوۃ سے معزول ہو جاوے**

لیکن

اس بات سے ایک خاص امر کا پتا لگتا ہے۔

مسلمانوں میں عام طور پر یہ مشہور ہے کہ حضرت عیسےٰ جب آویں گے تو وہ امتی ہوں گے۔ اور واعظ خوان اس امر کو بڑے زور سے بیان کیا کرتے ہیں اور فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھتے ہیں حقیقت میں یہ بات تو صحیح تھی مگر افسوس کہ دنیا نے اسکو نہ سمجھا حقیقت یہی تھی کہ آنے والا مسیح اسی اُمت کا ایک فرد ہوگا اور اس اُمت میں سے ہی ایک کا مسیح ہو جانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عالیشان کو ظاہر کرتا ہے لیکن مغز و حقیقت سے ناآشنا لوگوں نے غلطی کھائی اور دو ہزار برس سے مردہ کو (عام اصطلاح کے موافق) قبر سے نکال لائے اور منصب نبوۃ سے معزول کر کے لا بٹھایا

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ایمان کے تازہ رکھنے اور قوۃ معرفۃ و یقین کے بڑھنے کے واسطے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مکالمات و مخاطبات کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ یہ فیض اور فضل امت محمدیہ صلعم کو حاصل ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والا اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور فیض سے اپنے ظرف و استعداد کے موافق حصہ لیتا ہے + جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اسلام کی سچائی کا زبردست نشان ٹھیرتا ہے + یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پاک وجود کو حجت ٹھیرایا ہے جسطرح پر آپ اسلام کو ادیان باطلہ و ملل کاذبہ پر غالب کر رہے ہیں تیرہ سو برس کے اندر اسکی نظیر کم ملے گی + ہم بیشک مانتے ہیں کہ اسلام کے زندہ برکات ہر زمانہ میں رہے ہیں لیکن اسی شان اور شوکت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اسکا ظہور نہیں ہوا۔ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو اسلام کی زندگی کو تسلیم نہیں کرتا

مجرد الہامات کوئی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتے اور نرے الفاظ و فقرات کوئی ترقی معرفت اور بصیرت کی نہیں بخش سکتے کیونکہ انکی نسبت یہ فیصلہ کرنا بھی مشکل ہوتا ہے کہ وہ الہامات ربانی ہیں یا القاء خیالی۔ اسلیے اللہ تعالیٰ نے سچے ملہمات کا یہ نشان رکھا ہوا ہے کہ انکے ساتھ اقتداری قوت کے نشانات ہوتے ہیں ان میں پیشگوئیاں اور تحدیاں ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے الہامات واقعی خدا کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتے ہیں ان کے ساتھ زبردست نشان ہوتے ہیں جو مفتریوں کو نہیں دیے جاتے۔ اگر کوئی خالی الذہن ہو کر غور کرے تو اس اصل سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر غور کرنے والوں کے لیے بہتر طریق یہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کی حقانیت معلوم کرنے کے واسطے وہ معیار اور محک استعمال کریں جو سلسلہ کی نبوۃ کی صداقت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ سلسلہ منہاج نبوۃ پر قائم ہوا ہے پس جو شخص منہاج نبوت کو چھوڑ کر کسی اور طریق اور راہ سے اسکو پرکھنا چاہیگا وہ ناکام رہیگا اور کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا

قرآن کریم نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ فرمایا ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ و

اليوم الآخر۔ حقیقت میں یہ آنحضرت صلعم کی عظمت وشان کا اظہار ہے۔ زندگی کی مختلف حالتوں اور صورتوں میں اچھا نمونہ ہونا چھوٹی سی بات نہیں اور وہ نمونہ بھی کامل نمونہ بہترین نمونہ۔

لاریب آپؐ کی زندگی انسان کی شگفتہ اور نشو ونما یافتہ اور کامل مہذب زندگی کے ہر شعبہ کے لیے نمونہ بہم پہونچاتی ہے۔ ایک مصلح (ریفارمر) ایک قوم بنانے والا۔ ایک فطری کمانڈر (جنگی سپہ سالار) ایک غیر قوموں سے برتنے کے آداب کی معرفت کا عارف۔ ایک شوہر ایک باپ۔ ایک عظیم الشان دوست۔ ایک لیکچرار۔ ایک محب وطن۔ ایک بنی نوع انسان کا سچا خیر خواہ۔ ایک فیاض وجواد انسان۔ ایک قادر علی الانتقام ہو کر عفو کر دینے والا۔ ایک سلطان ذی شان۔ ایک منقطع الی اللہ درویش۔ غرض تمام اخلاقی شعبوں کا پورا اور کامل نمونہ اور انک لعلی خلق عظیم کا سچا مصداق ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارك وسلم۔

ہمارے مخدوم ومحترم واجب العزت حضرت حکیم الامۃ فرمایا کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائف پر بہت غور کرنا چاہیے۔ اور اسے بہت پڑھا کرو۔ لیکن کیا یہ ہماری التجا نامناسب ہو سکتی ہے اگر ہم حضرت حکیم الامۃ سے چاہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف شعبوں پر مختلف اوقات میں اپنی وسیع واقفیت اور نکتہ رس جواد طبیعت سے ہمیں اور ہمارے ناظرین کو کوئی گر انقدر چیز عطا کریں۔

تاریخی نام کی ضرورت

ہمارے مکرم بھائی ڈاکٹر ممتاز علیخان صاحب سمالی لینڈ بربرا سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے ہاں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ وہ اس کا نام تاریخی ۱۳۵۲ھ اور ۱۹۳۴ء کا رکھنا چاہتے ہیں۔ نام ان کے نام کی طرز پر ہو۔ امید ہے کہ ہمارے بھائی فن تاریخ سے مذاق رکھنے والے مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ رکھ کر بہت جلد تاریخی نام سے اطلاع دیں گے۔

اطلاع

منشی محمد خان صاحب کے نام کا اخبار جاری ہو چکا ہے۔ اب کوئی درخواست نہیں آنی چاہیے۔

حضرت حکیم الامۃ کا وعظ وجلسۂ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

اس سے تو صحابہ کی اولوالعزمی انکی فراست صحیحہ اور وحدۃ ویک جہتی کی خواہش معاونہ کا پتا ملتا ہے اور یہ فعل انکا قابل تعریف ثابت ہوتا ہے مگر نادان معترض اسکو بھی اعتراض سے خالی نہیں چھوڑتا۔ سچ ہے۔ ع

عیب نماید ہنرش در نظر

کا معاملہ ہے

پھر قرآن شریف چونکہ حکیم خدا کی کتاب ہے اور وہ انسانی قویٰ اور انسانی ضرورتوں کے علم پر حاوی ہے اس لیے وہ ایک اصل کو تو قائم رکھتا ہے ضمنی امور کو اس حد تک جہاں تک انسان کی جائز ضروریات کا تعلق ہے چھوڑ دیتا ہے یا یوں کہو کہ وہ کوئی حکم ایسا پیش نہیں کرتا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو اور وہ اسکی تعمیل ہی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ صاف فرمایا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا

مجھے اس موقعہ پر قرآن کریم کی عظمت اور کمال کے سامنے روح میں ایک وجد محسوس ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سچے جناب الہٰی ہونے پر یہ بھی زبردست دلیل نظر آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کی ایک بڑی قوم جو آج اپنی دانش اور تہذیب اتراتی ہے اپنی ایجادوں اور صنعتوں پر ناز کرتی ہے اپنی ہدایت نامہ کو بکلی چھوڑ بیٹھے ہیں محض اس لیے کہ اسکی تعلیم ناممکن العمل ہے۔ اور وہ ایسی تعلیم ہے جس کے معلم کی نسبت تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ **انسانی قویٰ** کی حقیقت سے بالکل ناواقف اور ناآشنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے کسی حصہ اور شعبہ کے لیے انجیل کی ہدایت نہیں مل سکتی۔

ایک شوہر۔ ایک باپ۔ ایک کمانڈر انچیف ایک قاضی اور جج۔ ایک سلطان جلیل القدر۔ ایک منتبل الی اللہ درویش۔ ایک مقنن۔ ایک جواد انسان بتاؤ انجیل سے کیا ہدایتیں لے سکتا ہے ہماری گورنمنٹ مذہبا عیسائی ہے لیکن اگر وہ انجیل کے موافق عملدرآمد کرنا چاہے تو آج پولیس اور فوج کو الگ کرے۔ اور کوئی ہندوستان مانگے تو یہ دوسرے حصے سلطنت کے بھی دے دیوے۔ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے پر عمل شروع ہو تو آج انگلستان کا صفایا ہو جاوے۔ ملک کا امن چین خطرناک حالت میں پڑ جاوے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس پر عمل نہیں اور عملی طور پر

یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ انجیل ہدایت نامہ نہیں ہے

اور وہ انسانی زندگی کی ضروریات سے ناواقف شخص کے خیالات ہیں۔

غرض

یہ ذکر تو ذوق بیان کی وجہ سے درمیان آگیا میں یہ بیان کرنا چاہتا تھا کہ قرآن شریف چونکہ اللہ علیم وحکیم کی کتاب ہے اس لیے وہ انسانی ضرورتوں اور انکی مجبوریوں کا پورا علم اور فلسفہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت میں رہنے کا حکم دیا ہے اور انسان چونکہ متمدن ہے بعض اوقات اسکو مشکلات پیش آجاتی ہیں اور وہ ہر وقت اس سرکار میں حاضر رہنے سے معذور ہو سکتا ہے۔ ایسے معمولی دوری کو انقطاع کلی کا موجب نہیں ہونے دینا چاہیے۔ جس قدر دور ہو جاتا ہے اسی قدر سستی اور کاہلی پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور کثرت استغفار نہ ہو۔ اس لیے انقطاع کلی سے بچانے کے لیے حکم دیا ہے۔

ما کان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله الآیہ

یعنی اہل مدینہ اور جو ان کے اردگرد رہنے والے ہیں کا کبھی حال نہ ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص کام میں توجہ کریں تو پیچھے جگہ سمجھیں یا یہ سمجھیں اس کے خلاف وہ کریں۔

انسان بہت ہی نادان ہے	انبیاء ومرسلین کے کام اللہ تعالیٰ کے اشارے اور ایما کے ماتحت ہوتے

ہیں اور ان میں بار یک در بار یک اسرار اور اغراض ہوتے ہیں موٹی عقل سے دیکھنے والوں کی نظر میں ممکن ہے کہ ایک فعل بے معنی معلوم نہ ہو لیکن دراصل اس میں تمام کی قوم اور ملک کے لیے ہزاروں ہزار منافع اور بہتریاں ہوتی ہیں تو یہ اسکی حماقت ہوگی اگر اس پر اعتراض کر دے۔

نادان انسان ہر فعل کی علت غائی اور ضرورت کو نہیں سمجھتا۔ اور نہ اسکے لیے ضروری ہے کہ یہ ہر ایک فعل کی علت غائی ہی سوچتا رہے۔ ایک کیکر کے درخت کو جو اس قدر کانٹے لگاتے۔ اور شیشم یا آم کے درخت کو ایک بھی کانٹا نہ لگایا۔ اب اگر ایک احمق اعتراض کرتے کہ یہ کیا کیا کیکر کے درخت کو کانٹے کیوں لگائے اور دوسرے کو کیوں نہ لگائے یہ اسکی نادانی ہوگی یا نہیں؟ اسکی مصلحت اور ضرورت کو تو وہی خدا سمجھتا ہے جسے کیکر اور آم کو بنایا اگر وہ سارا کیوں نکرا سے سمجھے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے افعال وحرکات جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے اللہ تعالیٰ کے خفی وجلی احکام اور اشارات کے ماتحت ہوتے ہیں بعض اوقات ان کے افعال عام نظر میں ایسے دکھائی دیتے جاتے ہیں جو دوسروں کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ مگر در حقیقت درست اور صحیح وہی ہوتا ہے اب ایک آدمی دیکھتا ہے کہ بدر کے جنگ میں تین آدمی مخالفوں کی طرف سے نکلے ہیں اور تین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکلے ہیں کوئی کہے کہ تین مقابلہ میں ڈیڑھ کافی تھا آپ نے تین کیوں بھیجے جو بھیجنے کے لیے کافی تھے؟ مگر وہ بڑا ہی احمق اور نادان ہوگا جو کہے کہ یہ کارروائی غلط تھی۔

یاد رکھو

خدا تعالیٰ کی مرضی مخلوق کو اپنی فراست پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ اسی لیے فرمایا کہ تخیر اللہ کی مخلوق کو تخلف جائز نہیں ہے۔ خواہ اس میں مصائب اور مشکلات ہی پیدا ہوں اور ہوتے ہیں مگر جب وہ اپنا کام اسپر مقدم نہ کریں گے تو کیا یہ تکالیف اور مصائب اکارت جائیں گے۔ ہرگز نہیں! ہرگز!

ذلك بانهم لا يصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة في سبيل الله ولا يطؤن موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا الا كتب لهم به عمل صالح ان الله لا يضيع اجر المحسنين۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سفر میں پیاس لگتی ہے موقع پر پانی نہیں ملتا۔ بوجھ اٹھانا پڑتا ہے تکان یا تکالیف ہوتی ہے ایسا ہی سفر میں ممکن ہے کہ روٹی نہ ملے یا ملے تو وقت پر نہ ملے ہر قسم کی صد ما قسم کی تکلیف ہوتی ہے اس قسم کی تکالیف اور مشکلات اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اور دیا دشمن سے کوئی فائدہ حاصل کرے۔ غرض حضور الہٰی میں انکا ثمرہ ضرور ہوتا ہے اور انکو ذمہ اعمال میں نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ خدا چونکہ شکور خدا ہے وہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

باقی آئندہ

پایونیر اور حضرت مسیح موعود

نمبر ۳

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۲ جلد ۸ -

ڈاکٹر آر۔ ایف۔ کٹ۔ ایل۔ ایل۔ ڈی نے برٹش انجمن میں بمقام ایپوچ پادریوں کو مخاطب بنا کے یہ بیان کیا تھا کہ "اگر غیر ممالک کے لوگ انگلستان میں چلے آئیں اور عرب مسلمان ویسٹ منسٹر کے پاس ایک حصہ زمین پر قبضہ کر کے ایک مسجد بنا لیں اور بڑے بڑے منارے بنا کے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کریں تو میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ اہل لندن کی کیا کیفیت ہوگی اور وہ انھیں کس نظر سے دیکھیں گے۔ لوگ دوڑ پڑینگے پولیس دست اندازی کرے گی کہ مہذب سرزمین میں یہ کیا غل مچار کھا ہے اور ان بیچاروں کا دم بھر میں تیا پانچا کر دینگے۔ پھر اس انگریز کا کیا علاج ہے جو چین میں جاتا ہے عیسائیت کے پھیلانے کی تدبیر کرتا ہے تو پہلے ایک بلند مقام پر ایک گرجا بناتا ہے اور اس مقدس زمین کو جسکو چینی پرستش کرتے ہیں اس طرح ناپاک کرتا ہے۔ اگر چینی فتنہ و فساد کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں اور غیر ملکی شیطانوں سے سخت خطرناک طریقہ سے انتقام لیں تو کیونکر نازیبا ہو سکتا ہے وہ دول عالم کے لوگوں کی موجودگی نہیں چاہتے اور غیر محدود غیر ملکیوں کو اپنے درمیان ٹہرنے دینے کی انھیں مطلق ضرورت نہیں ہے۔"

مسٹر فی۔ بے اسکاٹ نے ۵ر جولائی کے لیڈر میں ان لوگوں کا جواب دیا تھا جو عیسائیت پر مذکورہ بالا اعتراض کرتے ہیں اور لکھا تھا کہ عیسائیت کے ساتھ ساتھ تمدن اور تہذیب نے ترقی کی ہے۔ انجیل مقدس ہی نے رومۃ الکبری کو بچا دیا ہے اور یورپ میں اسی سے زندگی پیدا ہوئی ہے۔" اسحاق جکیسن صاحب تحریر فرماتے ہیں جس شخص نے فاضل مصنف کی کی تاریخ "ہارلیس ان ڈی مڈل انجیز" اور موشیم صاحب کی تاریخ عیسائیت کو دیکھا ہے وہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ پادری صاحب مذکور فرماتے ہیں غلط ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب رومۃ الکبری میں عیسائیت قائم ہو کے یورپ میں آئی ہے اسوقت اس کی کیا کیفیت تھی۔ ان دنوں راہبوں نے تمام جنگلوں کو اپنے غلیظ صومعوں سے بھر دیا تھا یہ لوگ وحشی جانوروں کی طرح رہتے تھے اور انکے بدن پر چیتھڑے لگے ہوئے تھے۔ ہزاروں لاکھوں راہب کتوں کی طرح بھونکتے پھرتے تھے اور غریب رعایا کو آسمان کی بادشاہت کی بشارتیں دیتے تھے اور انکو برباد کر رکھا تھا۔ اس زمانہ میں جبکہ خداوند مسیح کے سچے پیرو موجود تھے اور ان کے پاس انجیل مقدس بھی انھوں نے تمام دنیا کو خون کی لت پت کر دیا۔ تثلیث کے بچانے کے لیے لاکھوں آدمیوں کا صفایا ہو گیا۔ وہ لاکھوں آدمی شہید ہوئے جو بیچارے یہی نہیں جانتے تھے کہ خداوند مسیح کون ہے اور آسمانی بادشاہت کہتے کسے ہیں۔ اسی کمبخت عیسائیت نے پورے چار لاکھ عورتوں اور بچوں کو زندہ جلا دیا اور انپر جادوگرنیوں کا الزام لگایا گیا کیونکہ بائبل میں لکھا ہے "جادوگرنیوں کو زندہ نہ چھوڑ۔" اب ہمیں اپنے زمانہ کی کیفیت دیکھنی چاہیے کہ موجودہ زمانہ میں مورخ عیسائیت کی نسبت کیا رائے دیتے ہیں اور کفر یعنی اسلام کی نسبت کیا خیال ظاہر کرتے ہیں کیپٹن ٹیلر اسلام کی نسبت جسے لارڈ سالسبری ایک خاص مگر الوہیت میں مغالطہ رکھنے والا مذہب کہتے ہیں یہ رائے دیتا ہے۔ جبکہ اسکو ایک حبشی قوم نے قبول کیا ہے بت پرستی۔ جنات پرستی مخلوق پرستی یعنی جاندار اور غیر جاندار چیزوں کی پرستش۔ مردم خوری۔ انسانی قربانی اطفال کشی۔ جادوگری فوراً دور ہو جاتی ہیں باشندے کپڑے پہننے لگتے ہیں بجائے نجاست کی جگہ صفائی ہو جاتی ہے۔ اور وہ ذاتی شرف اور سیلف ریسپکٹ حاصل کر لیتی ہیں مہمان نوازی ایک مذہبی فرض ہو جاتا ہے اور شراب خوری بہت کم ہو جاتی ہے اور جوا متروک ہو جاتا ہے۔ بیحیائی کے ناچ اور عورت مرد کے ناجائز میل جول بند ہو جاتے ہیں۔ عورتوں کی پاکدامنی نیک خصلت خیال کی جاتی ہے۔ محنت کاہلی کی جگہ حاصل کر لیتی ہے ذاتی اختیار کی جگہ قانون دخل کر لیتا ہے انتظام اور پرہیزگاری پھیل جاتی ہے۔ خانہ جنگی خصومتیں اور جانوروں اور غلاموں پر بیرحمی کا امتناع ہو جاتا ہے۔ انسانیت اور مہربانی اور یگانگی کا خیال سکھلایا جاتا ہے کثرت ازدواج اور بندہ گری ٹھیک طور سے ترتیب دی جاتی ہے۔ اور ان کی برائیاں کم کی جاتی ہیں۔ کل دنیا میں اسلام سب سے زیادہ قوی گروہ شراب نہ پینے والوں کا ہے اور **بمقابلہ اسکے یورپ کی ترقی سے گویا شراب خوری اور گنہگاری کا پھیلاؤ اور اسکی جگہ قوم کا تنزل** مراد ہے حالانکہ اسلام کسی درجہ کی تہذیب نہیں پھیلاتا جس میں پڑھنے اور لکھنے کا علم۔ عمدہ لباس پہننا۔ ذاتی صفائی۔ راستگوئی اور سیلف ریسپکٹ (شرف ذاتی) شامل ہیں اسکی برائی روکی۔

اور تہذیب پھیلانے کے اثر پھر عجیب تھا۔ میجر سر ہنری ہارڈ مقام شوستری کی بات بتلاتے ہیں۔ یہ شہر ایران کا ہے اور اس میں تیرہ ہزار کی آبادی ہے کل باشندے نہایت خوش و خرم اور صاف رہتے ہیں اس بات کے لکھنے کے بعد فاضل مذکور ایک خطرناک جملہ لکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ " **چونکہ یہاں عیسائیت نہیں ہے اسلیے یہ ساری سرسبزی اور صفائی** دکھائی دیتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں شراب کی دکانیں نہیں اگر عیسائیت ہوتی **تو ضرور مے فروشی ہوتی جب مے فروشی ہوتی تو اس خوشنما شہر کے باشندوں کی سرسبزی مٹ جاتی**"

افسوس ہم انگریز نہ صرف اپنے ملک اور آزادی کو برباد کرتے ہیں بلکہ جہاں جاتے ہیں بربادی بخش عرق منشی کو اپنے ساتھ لیجاتے ہیں پارک کا متقی آرک بشپ لکھتا ہے "**ہم نے تمام دنیا کو شراب خانہ خراب سے ناپاک کر دیا ہے** اور ہم نے دنیا کو بے یار و مددگار بچوں کے آگے بربادی کا ایک پہاڑ بنا کے کھڑا کر دیا ہے۔ جنگلی ان کا جن اقوام سے سابقہ پڑا ہے انھیں اپنے فقر و ذلت میں پھنسا دیا ہے اور سب کو شراب کا عادی بنا دیا ہے ہم اس قومی بربادی کے الزام سے اپنے کو کبھی نہیں بچا سکتے۔"

مسٹر چارلس وہائٹ لکھتے ہیں کہ اس سے ہم نہیں انکار کر سکتے کہ پادریوں کی کوشش کے پیچھے پیچھے ضرور کچھ نہ کچھ نیکی بھی ہے اصل میں انکا منشا زیادہ تر عیسائی بنانے کا نہیں ہوتا بلکہ یہ لوگ خاص اجنبیوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کا منشا کچھ اور **ہے اور وہ صرف جہانداری کا سلسلہ ہے جو پادریوں کے ذریعہ سے قائم ہوتا ہے۔**

کلیفورنیا ایک عمدہ یادگار پادریوں کی فتوحات کی موجود ہے تمام یورپ کے پادریوں کی مشنوں کو میں **تعصب و سراسر دھوکا اور جہل مرکب سے بھرا ہوا سمجھتا ہوں انکی تاریخ انسانی خونریزیوں سے بھری ہوئی ہے** اور ساتھ ہی سراسر بدمعاشیوں سے پر ہے۔ انھوں نے ہمیشہ قومی ترقی کے انہدام میں کوشش پیدا کر دیا ہے اور خدا کی مخلوق کے لیے ان پادریوں کی مشنیں زہر ہلاہل کا حکم رکھتی ہیں۔

یہ انتخاب پایونیر کا ایک ہی مہینہ کے بعض پرچوں کا ہے اور گویا پایونیر کا مکمل فائل ٹٹولا جاوے اور ہمیں آزاد منش اور اہل الرائے یورپین اہل قلم کے ان مضامین کی پڑتال کی جاوے جو انھوں نے عیسائی مشنریوں کی مذہبی تحریکوں اور ان کی کارستانیوں کے متعلق لکھے ہیں تو شاید صفحوں کے صفحے کالے ہو جائیں اور ان رسالوں اور کتابوں کو بھی اگر جمع کر لیا جاوے جو یورپ کے آزاد خیال لوگوں نے مشنریوں کے متعلق لکھے ہیں تو ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ کئی سال تک انکا انتخاب الحکم کے سارے صفحوں میں ہفتہ وار دینے سے بھی ختم نہ ہو۔

تاہم اس انتخاب میں جو ہم نے پایونیر سے دیا ہے اور خود اس کے کالموں میں یہ فقرات موجود ہیں صاف طور پر ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہوتی ہے کہ اگر کوئی مذہبی تحریک خطرناک اور بری ہو سکتی ہے تو وہ صرف صرف عیسائیوں کی مذہبی تحریک ہو۔ مگر افسوس ہے کہ پایونیر خود عیسائی ہے اور وہ اسے خطرناک نہیں کہہ سکتا! پھر بھی اگر مذہبی تحریک نفس الامر میں بری شے ہے تو ہم کو پایونیر کی واجب الرحم حالت پر افسوس آتا ہے مذہب حقہ کی تحریک کبھی بری نہیں ہو سکتی بلکہ وہ تو بنی نوع انسان کے لیے ایک رحمت اور سراسر برکت ہوتی ہے۔ اور جس قدر زور سے وہ تحریک پھیلے اسی قدر ملک میں امن اور تہذیب پھیلتی ہے۔

اور

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی یہی غرض اور غایت ہے کہ دنیا کو اس مذہب کے نیچے لانا چاہتا ہے جو وحشی کو انسان اور پھر مہذب اور با اخلاق انسان اور پھر اس سے با خدا انسان بنا سکتا ہے۔ اگر یہ تحریک خطرناک ہو تو پھر یاد رکھو کہ

دنیا میں کوئی تحریک مفید نہیں

اسقدر ذکر تو مذہبی تحریک کے متعلق تھا اور یہ پایونیر کو معلوم کرا دیا گیا ہے کہ مشنریوں کی مذہبی تحریک سے بڑھ کر کوئی خطرناک تحریک نہیں ہے اس کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیے کہ وہ ان مشنریوں کے سلسلوں کو بند کرائے اور اگر گورنمنٹ یا پایونیر اس میں کوئی دست اندازی نہیں کر سکتے اور نہیں کر سکتے تو اسکی ایک اور بھی راہ ہے۔ پایونیر خاموشی کے ساتھ دیکھتا رہے کہ عیسائی مذہب کا ستون اگر گرتا ہے اور وہ وقت آتا ہے کہ یورپ کی مہذب اقوام بڑی نیاز مندی کے ساتھ اسلام کی مقدس ہدایتوں کے سامنے سرتسلیم خم کرنے والی ہیں اور عیسائیت کے اصولوں اور عقائد سے متنفر۔ اور جب مغرب میں یہ انقلاب ہو گیا تو پھر ہمارے دراز ریش پادریوں اور مشنریوں کو اپنی صف خود لپیٹنی پڑے گی۔ اور ضرور لپیٹنی پڑے گی۔

باقی آئندہ

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

آریہ سماج کی موت

گورکل کے لالہ منشی رام نے اپنے اخبار مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۴ء کے صفحہ پر ایک عجیب بات لکھی ہے جو حقیقت میں واقعات پر مبنی ہے اور جس سے ہم وہ عظیم الشان نتیجہ نکالتے ہیں جو اس نوٹ کے عنوان میں دیا ہے وہ بات یہ ہے کہ مسٹر ہربرٹ سپنسر کی موت کا حال لکھتے ہوئے لالہ صاحب رقمطراز ہیں کہ ایک ہندوستانی شریف نے مسٹر سپنسر کی تعلیم کے لیے انکا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک ہزار پونڈ اُن کی یادگار میں ایک خاص لیکچر کا سلسلہ جاری کرنے کے لیے نذر کیے۔ اب ہم عصر ایڈوکیٹ لکھنؤ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شریف ہندوستانی پنڈت شیام جی کرشن ورما تھے اور آگے چلکر کہا ہے کہ کہاں وہ زمانہ کہ شری سوامی جی دیانند جی مہاراج کی کرپا سے پنڈت شیام جی کرشن معمولی حالت سے سنسکرت کے فاضل بنے ولایت جاتے ہوئے اپنے گرو سے رخصت ہونے آئے اور کہاں یہ زمانہ ہے کہ پنڈت شیام جی آریہ سماج کے لیے بیگانہ اجنبی بن گئے۔

یہ واقعہ آریوں کی خاص توجہ کے لائق ہے

میری رائے میں اصلی باعث ایسے وقوعات کا یہ ہے کہ آریہ سماج کے اندر مقناطیسی طاقت سے اپنی طرف اعلیٰ دماغ آدمیوں کو اپنی طرف کھینچنے والی کوئی زبردست آتمک (روحانی) شخصیت موجود نہیں۔

جن الفاظ کو ہم نے جلی کر دیا ہے یہ خاص توجہ کے قابل ہیں۔ کیا اس فقرہ سے صاف طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ آریہ سماج میں روحانی کشش والا وجود موجود نہیں ہے؟ یقیناً صاف لفظوں میں اگر یہی معنی ہیں۔ اور جب کوئی صاحب کشش موجود نہیں پھر آریہ سماج کی موت میں کیا شبہ باقی ہے کیونکہ قوم اور مذہب کی زندگی کی اصل روح وہی پاک وجود ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے ایک جذب اور کشش کی قوت لیکر آتا ہے وہ اپنی مقناطیسی قوت اور کشش سے سعیدوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے پھر اپنے پاک انفاس سے ان میں قوت قدسی کی شبنم پیدا کرتا ہے جس سے ان میں سعادت اور رشد کی قوتیں نشو ونما پانے لگتی ہیں۔ اسوقت دنیا کے تمام مذاہب اس اصل زندگی کی بنا پر مر چکے ہیں بجز اسلام جس میں خدا کا برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنی روحانی کشش کے اعلیٰ نمونے دکھلانے کو موجود ہے صرف صرف اسی ایک پہلو سے (علاوہ دلائل و براہین قاطعہ) کل مذہبوں کو ہلاک کر دیا ہے اور اسلام کو سب ادیان پر غالب کر دکھایا ہے اور کوئی نہیں جو اس کے مقابلہ کے لیے آسمانی امداد و برکات اور اپنے مذہب کے زندہ نشانات کا ثبوت دینے کو نکلے۔ پس اے **احمدی قوم**! تجھے مبارک ہو کہ تیرا **امام** وہ لانظیر ہستی ہے کہ جس کے زندہ ہونے کی وجہ سے دنیا کی ساری ہستیاں ہلاک ہو گئی ہیں اور خود اب قومیں پکار اٹھی ہیں کہ ہم میں کوئی روحانی کشش والا پاک وجود نہیں۔ کیا اب بھی کوئی منکر رہے گا کہ

مسیح موعود کے پاک وجود نے اسلام کو کل دینوں پر غالب کر دیا ہے؟

اللھم ایّد الاسلام بالامام الحکم العادل

بلبلا مژدۂ بہار بیار

فرانس میں ایک مسودہ پیش ہے یعنی ایک قانون تیار ہونے والا ہے کہ کسی مذہبی جماعت کو کسی قسم کی مذہبی تعلیم کی اجازت نہ ہوگی ان واقعات سے کیا سبق ملتا ہے؟ یورپ کی حالت کا کیسا پتہ لگتا ہے؟ یورپ جو بخیال (فاسد) خویش تہذیب اور شائستگی کا سرچشمہ بنا بیٹھا ہے اسکی یہ حالت ہو رہی ہے کہ مذہبی تعلیم کو قانوناً روکنے کے واسطے فرانس کی سلطنت کوشش کر رہی ہے کیسا زمانہ ہے مذہب کی اشاعت مذہبی اصولوں کی پابندی سچی انسانیت کو پیدا کرنے والی اور تہذیب و شائستگی کے پھیلانے والی ہے قانوناً روکی جا رہی ہے۔ جب دنیا کی حالت اس درجہ پر پہنچ چکی ہے تو کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مغربی قوموں میں حق کی اشاعت کے لیے اور اسلام کی خوبیاں ذہن نشین کرنیکے لیے **خدا کا مامور** دنیا میں آتا؟ ضرور تھا کہ وہ آتا اور وہ **مسیح موعود ہی ہوتا** کیونکہ اس کی روحانیت اسوقت جوش میں ہے اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیے کیسی خوش کن اور مبارک خبر ہے کہ جیسے دجال کے پگھل جانے کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کیا اب وہ وقت نہیں آگیا کہ اسطرح دجال پگھل جاوے۔ یہ مسیح موعود کی توجہ کاملہ کا اثر ہے کہ ممالک یورپ کے لوگ کسی نہ کسی رنگ میں عیسویت کو خیرباد کہہ رہے ہیں ایسے قوانین کی ضرورت دراصل عیسائی مذہب ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کیونکہ اس سے انسان کی اخلاقی اور روحانی اور ذہنی ترقیاں مسدود ہوتی ہیں۔ پھر اگر بہ طرح مذہبی تعلیم کو نہ روکا جاوے تو کیا کیا جاوے یہ ساری باتیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کامیابی کی بشارتیں ہیں جو مغرب سے آ رہی ہیں۔ اور اب وہ وقت قریب ہے کہ **آفتاب مغرب سے طلوع** ہو اور توبہ کا دروازہ بند ہو جاوے

الامراض تشاع و النفوس تضاع۔

خدا کے جری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو عرصہ سے یہ وحی ہو چکی ہے اور اس کا ثبوت دنیا کے مختلف حصوں کے حالات سے اطلاع رکھنے والوں کو کافی مل رہا ہے حال میں شکاگو کے ایک تھیٹر میں تماشے کے موقع پر آگ لگی۔ ۱۲۰۰ کے قریب تماشائی تھے جو اس رستخیز میں بیتابانہ دروازہ کیطرف دوڑے اور ادھر ادھر نکلنے کی کوشش میں پامال ہو گئے۔ عجیب افراتفری پڑی ہوئی تھی الامان! ۵۷۴ اموات اور ۷۰ مجروحین کا اندازہ ہوا جنمیں سے بلب جاں بلب تھے عورتیں اور بچے بہت مرے ہوئے سیڑھیوں کے نیچے لاشوں کا انبار لگ گیا اوپر تلے ۱۲-۱۲ نعشوں کے ڈھیر لگے دیکھے گئے شور و غل سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی آگ سے بدرجہا زیادہ نقصان بھاگ دوڑ سے پہونچا۔ امداد کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ مقتولین آتش زدگی کی تدفین تین دن تک ہوتی رہی۔ شہر بھر ماتم زدہ سیاہ پوش ہے تمام پبلک مقامات اور دوکانیں بند ہیں مجلس تحقیقات آتشزدگی کی رپورٹ پر ۱۵ تماشا گھر بند کر دیے گئے۔ **وقنا ربنا عذاب النار**

مختون آریہ اور مختون عیسائی

نور افشان لودھیانہ میں ایک مختون عیسائی نے مختون آریہ سنت شدہ برہمچاری عبد الغفور بی اے۔ کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر شائع کی ہے جس میں بالآخر اس کی خواہش کی ہے کہ وہ عیسائیوں سے ملکر اپنی تسلی کرے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسیحیوں کے پاس تسلی کی کیا راہ ہے **ملعون** کے ساتھ ملکر **لعنت** کے سوا کیا مل سکتا ہے؟ ہاں اگر عیسائی بادشاہ وہ ہر چہ خواہی کن کا سبز باغ اسے دکھاتا ہے تو یہ جدا امر ہے۔ مختون آریہ نے **نیوگ** کے متعلق جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں اسکو اسٹڈی کر رہا ہوں کیا اس سے مراد یہ ہے کہ آپ تجربہ کر رہے ہیں یا بارے ہم نیوگ کے متعلق کوئی رائے ہی قائم نہیں کی خوب! آریہ بننے کو تو بہت جلد تیار ہو گئے مگر ابھی مسائل سے پوری واقفیت کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ چہ خوش!

وہ مراسلت یہ ہے۔

اس مختون آریہ نے ۱۱۶ اعتراض قرآن کی تعلیم پر کیے ہیں۔ سو ان کا جواب مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ سنا ہے کہ مولوی نور الدین بھیروی لکھ رہے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی اس کا جواب ترک اسلام شائع کر دیا ہے جسکی قیمت ۱۰ ہے۔ مجھے صرف ایک بات کی نسبت کہنی ہے جو کہ دیباچہ کے صفحہ ۹ میں لکھی ہے یہ مختون برہمچاری تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن اور اسلام کو سب سے نیچے درجہ میں پایا۔ بائبل اور عیسائیت کو اس سے اوپر اور کئی درجہ اوپر اور بہتر پایا۔ میں عیسائیت کو قبول کرلیتا۔ اگر عیسائیت کی دو تثلیث معہ چند دیگر واہیات کے میرے راستے میں روک نہ بنتیں۔

لاریب تثلیث کا مسئلہ ایک سخت ابدی چٹان ہے تاہم کروڑہا لوگ مانتے ہیں جنکی عقلیں خدا نے مسلوب کی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ بلا تحقیق و تفتیش مختون برہمچاری نے اسکو رد کیا۔ مختونوں کا کام نہ تھا کیا انھوں نے کسی مسیحی مشنری یا کسی ایسے مسیحی سے جو محمدیوں سے مسیحی ہوا ہے اسکی بابت دریافت کیا۔ سخت افسوس ہے کہ بلا تحقیق انھوں نے اسلام کو چھوڑا ایسے زود باش شخص پر نامختون آریوں کو فخر ہو تو ہو۔ کیونکہ ملاقات کے وقت جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ تناسخ اور نیوگ کی بابت آپ کی کیا رائے ہے تو جواب دیا کہ ابھی میں اسکی اسٹڈی کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کی کہ پھر تو بہت دانائی آپ نے نہیں کی کہ بغیر کامل تسلی کے آپ نے اسلام کو خیرباد کہکر آریہ دھرم قبول کیا۔ اسلام میں کیا نقص پایا۔ جواب دیا کہ گوشت خوری۔ ان کی لیاقت پر مجھے ایک **لطیفہ** یاد آیا جو ناظرین کے مذاق کی خاطر لکھتا ہوں۔ جو حسب حال مختون برہمچاری کے ہے

لطیفہ ایک جولاہا رات کو کسی ساہوکار کے گھر چوری کو گیا۔ اسباب کی گٹھری باندھ کر دیوار پر جو کودنے لگا تو گٹھری اندر گر گئی اور آپ دیوار کے باہر گر گیا اور بھاگ گیا۔ صبح کو پولیس اور لوگ اکٹھے ہو گئے کسیکو پتہ نہ لگے کہ چور کس راہ سے آیا اور کیونکر گٹھری چھوڑ کر چلا گیا۔ چور جولاہا بھی دیکھا کہ لوگ کس قدر حیران ہیں تو کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چور اس راستہ سے اندر کودا اور اسباب نکالکر باہر صحن میں گٹھری باندھی۔ اور اس راستہ دیوار پر چڑھا جب باہر کودنے لگا تو گٹھری اندر اور میں باہر۔ بعینہ یہی حال اس مختون آریہ برہمچاری کا ہے۔ مجھے تو ان کے حال پر سخت افسوس ہے کہ گھر سے نکلکر کنوئیں میں گر گیا۔ کاش کہ اب بھی مسیحیوں سے ملکر اپنی تسلی کرے۔ اگر تسلی نہ ہو سکے تو خیر وہ بری الذمہ ہو سکتے۔ تحقیق تو فرض ہے

تفسیر القرآن

کا ماہواری نمبر جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے ان شاء اللہ العزیز شائع ہونا شروع ہوگا جو الحکم کے ۴ نمبر کے ساتھ روانہ ہوگا۔ اور جلد ۲ کا پہلا نمبر قرار دیا جائے گا